ہر اتوار کو روزنامہ اسلام کے ساتھ شائع ہوتا ہے

# بچوں کا اسلام

روزنامہ اسلام

608 اتوار 15 ربیع الثانی 1435ھ مطابق 16 فروری 2014ء

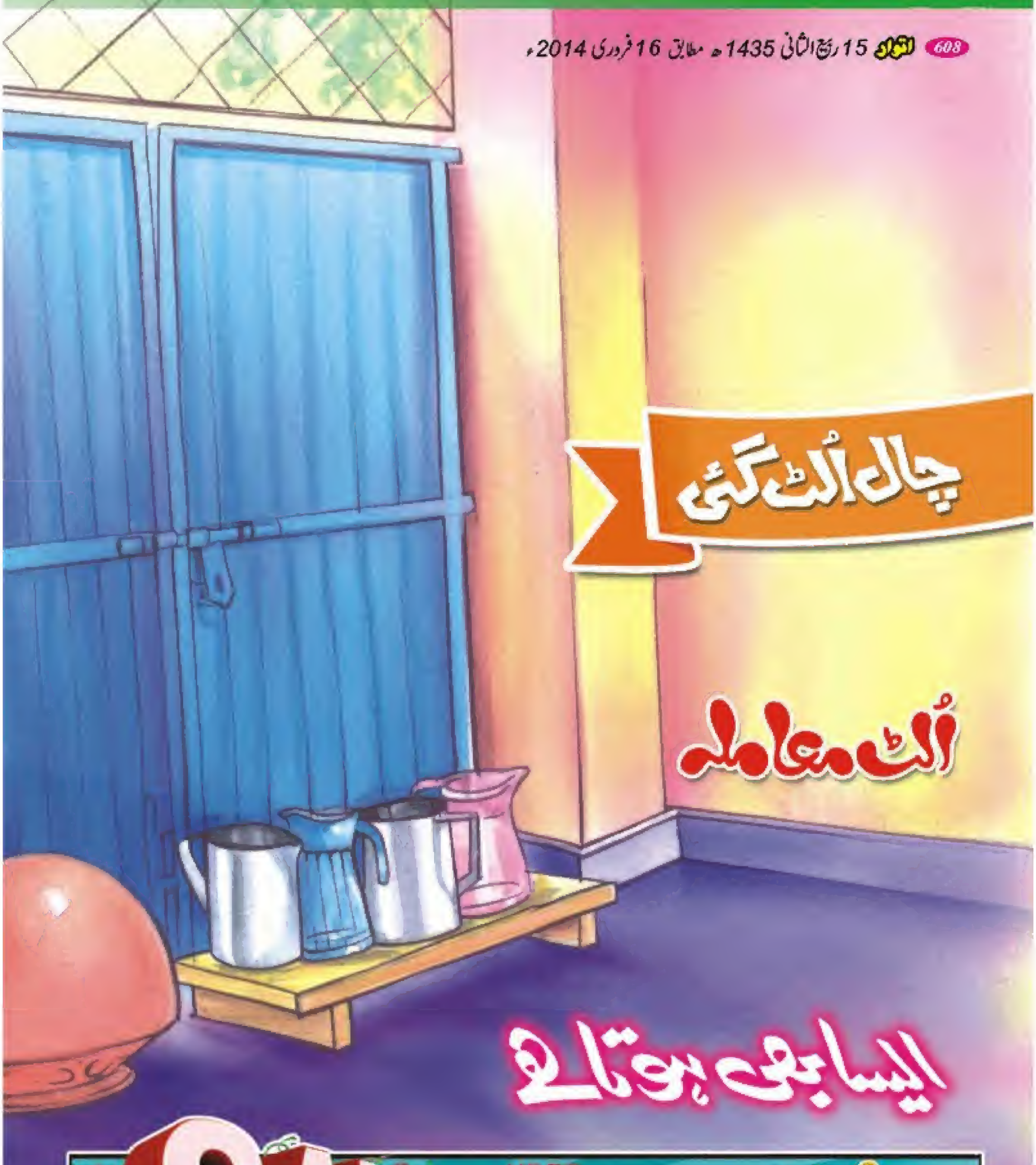

## چال اُلٹ گئی

## اُلٹ معاملہ

## ایسا بھی ہوتا ہے


SALE UP TO 55% OFF
Kidz n Kidz
SMART LITTLE FASHION!
for more further information please contact
03218287487
•Hyderabad 22-2780705 •Lahore 042-36369684
•Rawalpindi 051-5123036 •Gujranwala 055-3843800- 055-384330
www.kidznkidz.com.pk facebook.com/kidznkidz
KARACHI OUTLETS
• Dolmen Mall (Tariq Road)
• Bahadurabad (Dolmen Arcade)
• Saima Mall & Residency (Gulshan)
• Millennium Mega Mall
• Al-Madni Shopping Mall (Hyderi)
• Saima Paari Mall (Hyderi)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

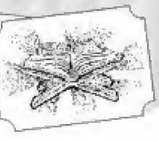

## اس سے پہلے

''اور تم اس سے پہلے نہ کوئی کتاب پڑھتے تھے اور نہ کوئی کتاب اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے۔ اگر ایسا ہوتا تو باطل والے (کفار) مین میخ نکال سکتے تھے O حقیقت تو یہ ہے کہ یہ قرآن ایسی نشانیوں کا مجموعہ ہے جو ان لوگوں کے سینوں میں بالکل واضح ہیں جنھیں علم عطا کیا گیا ہے اور ہماری آیتوں کا انکار صرف وہی لوگ کرتے ہیں جو ظالم ہیں۔ (سورہ عنکبوت: 49،48)

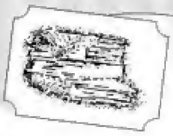

## سب سے بڑھ کر

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''قیامت کے دن میری شفاعت کا سب سے بڑھ کر وہ شخص حق دار ہے جس نے خالص دل یا خالص نفس کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہا۔ (بخاری)

# دو باتیں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

اس ہفتے کی دو باتیں میں آپ ایک مزے دار خبر پڑھ لیں.. پڑھ کر مزہ نہ آئے تو پیسے واپس.. یہ اس لیے لکھ دیا کہ دکان حضرات عام طور پر یہ کہتے سنائی دیتے ہیں.. مزہ نہ آئے تو پیسے واپس.. اب اس کا آپ یہ مطلب نہ سمجھ لیں کہ مزہ نہ آنے کا دعویٰ کرنے والوں کو شمارے کے پیسے واپس کر دیے جائیں گے... جی نہیں! شمارے میں صرف دو باتیں نہیں.. اور بھی بہت کچھ ہوتا ہے... مزہ نہ آنے کی صورت میں آپ باقی چیزیں پڑھ لیجیے گا...

کل کے اخبار میں یہ سرخی پڑھ کر حیرت ہوئی:

''چناب نگر، سراغ رساں کتے قادیانیوں کی عبادت گاہ پہنچ گئے۔''

میں عام طور پر اخبار کی سرخیاں پڑھ کر کام چلا لیا کرتا ہوں... کوئی خبر پڑھنے کی ضرورت محسوس ہو، تب پوری خبر پڑھتا ہوں.. یہ خبر پوری پڑھنے کی خواہش فوراً جاگی... اور جلدی جلدی خبر پڑھنے لگا... آپ جانتے ہی ہیں.. چناب نگر قادیانیوں کا قصبہ ہے.. وادیٔ مرجان کے سلسلے میں مجھے بھی وہاں جانا پڑا تھا... خبر پڑھتے ہوئے، چناب نگر نظروں میں تھا.. آپ بھی خبر پڑھ لیجیے:

''چناب نگر شہر اور اس کے گرد و نواح میں آج کل روزانہ چوری کی وارداتوں کا سلسلہ عروج پر ہے۔ چند روز پہلے منڈی دارالرحمت (منڈی کا نام) احسن موبائل شاپ پر چوروں نے دکان کے تالے توڑ کر ڈیڑھ لاکھ مالیت کا سامان چرا لیا۔ اس سامان میں موبائل فونز، یو ایس پی بیٹری، اور موبائل فون کا دوسرا سامان شامل تھا۔ دکان دار کو چوری کا پتا چلا تو اس نے قادیانی سراغ رساں کتوں کی مدد لینے کے لیے رابطہ کیا۔ اس پر قادیانیوں کے ذاتی تربیت یافتہ سراغ رساں کتے جائے واردات پر لائے گئے۔ کتوں نے بو سونگھنے کے بعد وہاں سے اپنا سفر شروع کیا، چند گلیاں گھومنے کے بعد کتے قادیانی عبادت گاہ میں جا کر بیٹھ گئے۔ یہاں یہ بات واضح رہے کہ قادیانیوں کی عبادت میں کوئی دوسرا شخص داخل نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا قادیانیوں کے اپنے ہی کتوں نے قادیانیوں کی تنظیم خدام الاحمدیہ کو چور ثابت کر دیا، کیونکہ یہ لوگ رات بھر پہرہ دیتے ہیں اور صبح کے وقت اپنی عبادت گاہ میں آ جاتے ہیں۔

اب قادیانیوں کی اعلیٰ قیادت اس بات پر حیران بھی ہے اور پریشان بھی کہ قادیانی چوروں کو پولیس کے حوالے کرے یا اپنے ہی تربیت یافتہ کتوں کو غلط کہے، اب قادیانی قیادت اس دکان دار کو لارے لگا رہی ہے۔ اسے کوئی جواب نہیں دے رہی۔ اس طرح ان کا بھیانک روپ اور زیادہ بھیانک ہو کر ایک بار پھر سامنے آ گیا ہے۔

ہے نا مزے کی خبر... ختم نبوت کے موضوع سے محبت رکھنے والوں کے لیے تو واقعی بہت ہی زیادہ مزے کی خبر ہے... البتہ جن لوگوں کو ختم نبوت سے محبت نہیں ہے... ان کے لیے یہ خبر ہو سکتا ہے، مزے کی نہ ہو... بچوں کا اسلام کے تمام قارئین ہی چونکہ ختم نبوت سے محبت رکھتے ہیں، اس لیے ان سب کو ضرور مزہ آیا ہے... لیکن میں چاہتا ہوں... یہ خبر پورا پاکستان پڑھ لے... لہٰذا آپ اس خبر کو آگے سناتے رہیں... بلکہ اس خبر کو ہی کیوں، قادیانیوں کے بارے میں جو خبر بھی پڑھا کریں یا سنا کریں... اسے آگے ضرور پہنچایا کریں... یہ کام ان شاء اللہ آخرت میں آپ کے لیے بہت آسانیاں پیدا کرے گا... اور قادیانیوں کا گھیرا تنگ کرے گا... کیا خیال ہے آپ کا اس بارے میں... آپ کا جو بھی خیال ہے... بذریعہ خط مجھ تک پہنچا سکتے ہیں اور ثواب حاصل کر سکتے ہیں... لیجیے... چلتے چلتے آپ کو ثواب حاصل کرنے کا آسان ترین نسخہ بھی بتا دیا... اور آپ چاہتے کیا ہیں...

والسلام


سالانہ زرِ تعاون اندرونِ ملک: 600 روپے، بیرونِ ملک: 3700 روپے

خط کتابت کا پتہ

''بچوں کا اسلام'' دفتر روزنامہ اسلام ناظم آباد 4 کراچی فون: 021 36609983

بچوں کا اسلام انٹرنیٹ پر بھی: www.dailyislam.pk ای میل: bkislam4u@gmail.com

# تلخ حقیقت

سید بلال پاشا۔ واہ کینٹ

''صاحب جی! آپ کے نام خط آیا ہے۔'' میں کمرے میں بیٹھا کچھ لکھنے میں مصروف تھا کہ خادم بابا نے ایک لفافہ تھما دیا۔ ''انجمن اردو ادب'' سے اور میرے نام خط، آنکھوں میں حیرت اور ہاتھوں میں کپکپاہٹ لیے لفافہ چاک کیا، اندر کی تحریر پڑھ کر میرے ہوش اڑ گئے۔ یقین نہیں آ رہا تھا کہ ایسا بھی ہوسکتا ہے، میں نے لفافہ اٹھا کر پھر دیکھا، وہ میرے ہی نام پر تھا۔ آخر میں نے اس کے مضمون پر یقین کر ہی لیا۔

سال بھر میں لکھی جانے والی دو بہترین کہانیوں میں دوسرا انعام میری لکھی ہوئی کہانی ''تلخ حقیقت'' کو ملا تھا اور اس سلسلے میں مجھے آیندہ اتوار کو پیراڈائز ہوٹل میں مدعو کیا گیا تھا۔

میری کہانی کسی منفرد موضوع پر نہیں تھی، ایک عام سا موضوع بلکہ اکثر زیر قلم رہنے والا موضوع تھا۔ پھر نجانے کیسے اس کو انعام مل گیا، شاید الفاظ کا ربط نہایت مضبوط ہوا ہو سکتا ہے کہ الفاظ کا چناؤ اور استعمال والوں کو بھایا ہو، جو بھی وجہ تھی، بہرحال اسے دوسرا نمبر مل ہی گیا تھا۔

اتوار کی صبح میں جلدی سے اٹھا۔ نیا سوٹ نکالا جو کہ میں نے خاص اسی دن کے لیے ارجنٹ بنوایا تھا۔ سوٹ بھی انتہائی نفیس تھا اور ارجنٹ کے چکر میں میرا آٹھ ہزار کا خرچ کپڑوں پر ہو گیا تھا۔ نجانے وہاں کیسے کیسے لوگ ہوں گے اور پھر مجھے تو اسٹیج پر بھی جانا پڑے گا، لہٰذا میں نے کپڑوں کے بارے میں کوئی کنجوسی نہ کی۔ کہیں کوئی یہ نہ کہہ بیٹھے کہ اس کی حالت دیکھو، پتا نہیں کیسے اس کی کہانی کو انعام مل گیا۔

مقررہ وقت تک میں ہوٹل پہنچ گیا، کافی حد تک لوگ آ چکے تھے اور مسلسل آ بھی رہے تھے۔ آخر تقریب شروع ہوئی، انجمن کے تعارف اور اردو زبان کے فروغ کے سلسلے میں کچھ تقریریں ہوئیں، بیچ میں چائے کا وقفہ دیا گیا، اس کے بعد انعامات کا اعلان تھا اور پھر کھانا۔

میں اپنے دوستوں کے ساتھ ایک میز پر بیٹھا تھا۔ ایک طائرانہ نظر میں نے ہال میں دوڑائی۔ ویٹرز میزوں پر بیٹھے مختلف لوگوں تک چائے اور لوازمات پہنچا رہے تھے۔ کچھ ہی دیر میں ہماری میز پر بھی چائے رکھی جا چکی تھی۔ ابھی میں نے چائے کا کپ اٹھایا ہی تھا کہ میری کہنی کو ٹھوکر لگی اور کپ میں موجود تقریباً ساری چائے ہی میرے کپڑوں پر آ رہی۔ ایک لمحے کے لیے تو میرا دماغ سن ہو گیا۔ کپڑوں پر نظر پڑی اور میرے وجود میں غصہ بھر گیا، میرے نئے سوٹ کا ستیاناس ہو چکا تھا۔ میں نے نظر اٹھا کر دیکھا۔ یونیفارم میں ملبوس ایک ویٹر چہرے پر ندامت لیے کھڑا تھا۔ ''معاف کیجیے گا، غلطی سے میرا ہاتھ لگ گیا۔''

''ارے تم گھٹیا لوگ۔'' میرا ہاتھ ہوا میں بلند ہو گیا تھا۔ ''السلام علیکم! ذرا بات سنیے گا جناب۔''

میں نے دیکھا سامنے ایک سادہ شخص، چہرے پر ڈاڑھی سجائے، صاف ستھرے کپڑے پہنے مجھ سے مخاطب تھا، لیکن اس کی چمکتی سفید قمیص کے دامن پر گری چائے کے نشان بہت بدنما لگ رہے تھے:

''جی فرمائیں!'' میں بیزاری سے بولا، میرا ہاتھ اٹھے کا اٹھا ہی رہ گیا تھا۔

''دوسری انعام یافتہ کہانی، تلخ حقیقت کے مصنف آپ ہیں؟'' اس شخص نے بڑے اشتیاق سے پوچھا: ''جی! میں ہی ہوں۔'' یقیناً یہ شخص ویٹر کا دوست ہے جو اس کو بچانے آ گیا۔ اسے جواب دیتے ہوئے میں نے سوچا۔

''دراصل میں بھی کبھی کبھار کوئی کہانی لکھ لیتا ہوں، آپ کی انعام یافتہ کہانی بھی میں نے پڑھی تھی کہ بہت سے لکھنے والے اپنی کہانی میں دیے گئے سبق پر اکثر خود عمل نہیں کرتے۔ ابھی ایک ویٹر کی غلطی سے میرے کپڑوں پر بھی چائے گر گئی تھی، میں ویٹر پر اپنا غصہ نکالنے ہی لگا تھا کہ آپ کی کہانی ذہن میں ابھری اور میرا غصہ ٹھنڈا پڑ گیا، کیونکہ دوسروں کی غلطی معاف کرنے کے موضوع پر میں بھی بہت سی کہانیاں لکھ چکا تھا۔ لہٰذا میں آپ کا شکریہ ادا کرنے آ گیا کہ آپ کے ذریعے میں ظلم کرنے سے بچ گیا۔''

اس نے اشارہ سے ویٹر کو بھیج دیا تھا اور پھر اپنے آنے کا مدعا بیان کر کے چل دیا۔

''ہونہہ! عجیب لوگ ہیں، کسی بڑے شخص سے ملنے کے لیے کیسے بہانے بنا لیتے ہیں۔ اس جیسے کہانیاں لکھنے لگے تو ہو گیا کام۔'' میں نے اپنا غصہ اس شخص پر اتارا۔ بھلا میں ان کپڑوں میں کیسے اسٹیج پر جاؤں گا، میں اسی فکر میں پریشان تھا کہ اول انعام پانے والی کہانی کے مصنف کا نام پکارا گیا۔ ان کے نام سے کون واقف نہیں تھا، ملک کے نامور ادیب مرتضیٰ فانی کو دیکھنے کی خواہش بچپن سے دل میں تھی۔ چند لمحوں بعد مجمعے میں سے ایک شخص اسٹیج کی طرف چلتا نظر آیا۔ اس شخص کی قمیص کا دامن چائے کے دھبوں سے داغ دار تھا، لیکن چہرے پر کیف و سکون تھا، یہ وہی شخص تھا جو کچھ دیر پہلے میری بتلائی ہوئی تلخ حقیقت مجھ پر آشکارا کر گیا تھا۔

اب مجھے یاد آنے لگا کہ ان کے اوپر چائے گرنے کا منظر تو میں نے بھی دیکھا تھا، لیکن نہ تو ان کے چہرے پر غصہ تھا اور نہ دل میں کپڑوں کی محبت بلکہ انھوں نے تو پیار سے ویٹر کو تسلی دی تھی اور ادھر مجھے سبق سکھلانے کا کیا نرالا انداز اپنایا تھا۔ میں ان کی سادگی کا دل میں اعتراف کر چکا تھا اور پھر تقریب کے اختتام پر میرے قدم ان کی طرف اٹھنے لگے، ان کا شکریہ ادا کرنے کے لیے، آخر بڑے لوگوں سے ملنے کا کوئی بہانہ بھی تو چاہیے تھا۔

## دانائی

1. گوشت صرف جوان جانور کا کھاؤ۔
2. جب دوپہر کا کھانا کھاؤ تو سو جاؤ اور شام کا کھانا کھا کر چلو پھرو، چاہے تمھیں کانٹوں پر ہی کیوں نہ چلنا پڑے۔
3. جب تک پیٹ کی پہلی غذا ہضم نہ ہو جائے تو دوسرا کھانا مت کھاؤ۔
4. رات کو اس وقت تک بستر پر نہ جاؤ جب تک بیت الخلاء سے نہ ہو کر آ جاؤ۔
5. پھلوں کے نئے موسم میں پھل کھاؤ اور جب موسم جانے لگے تو پھل کھانا چھوڑ دو۔
6. رات کو آنکھوں میں سرمہ ڈال کر سویا کرو۔

# واقعات صحابہ کے

98

عبداللہ فارانی

## قدم بہ قدم

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے شادی کی۔ اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے خلیفہ تھے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے انھیں کھانے پر بلایا۔ آپ کھانے کے لیے تشریف لائے تو فرمایا:

"میرا تو روزہ تھا، لیکن میں نے چاہا، آپ کی دعوت قبول کرلوں اور آپ کے لیے برکت کی دعا کروں۔" (یعنی آنا ضروری ہے، کھانا ضروری نہیں)

O

حضرت معاویہ بن قُرّہ رحمہ اللہ حضرت معقل قرنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ چلے جا رہے تھے۔ حضرت معقل رضی اللہ عنہ نے راستے سے کوئی تکلیف دینے والی چیز ہٹائی۔ کچھ آگے گئے تو پھر راستے میں کوئی چیز پڑی نظر آئی۔ اس کو دیکھ کر حضرت معاویہ بن قرہ اسے ہٹانے کے لیے جلدی سے آگے بڑھے۔ اس وقت حضرت معقل نے ان سے فرمایا:

"اے میرے بھتیجے! تم ایسا کیوں کر رہے ہو۔"

انھوں نے جواب دیا:

"میں نے آپ کو ایسا کرتے دیکھا، اس لیے میں بھی یہ کام کرنا چاہتا ہوں۔"

یہ سن کر انھوں نے فرمایا:

"تم نے بہت اچھا کیا، میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو مسلمانوں کے راستے سے کوئی تکلیف دہ چیز ہٹائے گا، اس کے لیے ایک نیکی لکھی جائے گی اور جس کی ایک نیکی بھی اللہ کے ہاں قبول ہوگئی، وہ جنت میں داخل ہوگا۔"

O

ایک شخص کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چھینک آگئی۔ اس نے پوچھا:

"اے اللہ کے رسول! میں چھینک آنے پر کیا کہوں؟"

آپ نے فرمایا: "الحمدللہ کہو۔"

صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے پوچھا:

"ہم اس کے جواب میں کیا کہیں؟"

آپ نے فرمایا:

"تم یرحمک اللہ کہو۔"

اس شخص نے پوچھا:

"میں ان کے جواب میں کیا کہوں۔"

آپ نے فرمایا:

"تم کہو، یَھْدِیْکُمُ اللّٰہُ وَیُصْلِحُ بَالَکُمْ۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو آدمیوں کو چھینک آئی، آپ نے ان میں سے ایک کی چھینک کا تو جواب دیا، دوسرے کو نہ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی وجہ پوچھی گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اس نے چھینک کے بعد الحمدللہ کہا تھا اور دوسرے نے نہیں کہا تھا۔" (اس لیے میں نے پہلے کو چھینک کا جواب دیا، دوسرے کو نہیں دیا)

O

حضرت مکحول اَزدی رحمہ اللہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے۔ اتنے میں مسجد کے ایک کونے میں بیٹھے شخص کو چھینک آئی، یعنی وہ آپ سے کافی دور تھا، چھینک کی آواز سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"اگر تم نے الحمدللہ کہا ہے تو پھر یرحمک اللہ!"

O

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں تکلیف تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتا چلا تو آپ ان کی بیمار پرسی کے لیے تشریف لائے۔

O

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ حجۃ الوداع والے سال بہت زیادہ بیمار ہوگئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بیمار پرسی کے لیے تشریف لائے۔ انھوں نے آپ سے عرض کیا:

"اے اللہ کے رسول! میری بیماری بڑھ گئی ہے اور میں مال دار آدمی ہوں، میرا اور کوئی وارث بھی نہیں، صرف ایک بیٹی ہے۔ تو کیا میں اپنا دو تہائی مال صدقہ کردوں؟"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نہیں!"

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے عرض

## اکابر کے نقش قدم پر

یہ نظم "آمنے سامنے" میں شائع شدہ ایک خط کے جواب میں تحریر کی گئی ہے۔ جس میں لکھا تھا کہ اس رسالے سے اکابر پرستی کی بو آتی ہے وغیرہ وغیرہ تو جواباً عرض ہے کہ شہید ملت حضرت مولانا یوسف لدھیانوی صاحب نے فرمایا تھا کہ بندہ اپنے اکابر کا ٹھیٹھ مقلد ہے اور اپنی کتاب شخصیات و تاثرات میں لکھتے ہیں (جس کا مفہوم یہ ہے) کہ اکثر گمراہ فرقوں کے موجد بلا کے ذہین و فطین اور قابل ہوتے ہیں اور دراصل یہی قابلیت انھیں کسی اللہ والے پختہ کار کی صحبت سے محروم رکھنے کا سبب بن جاتی ہے اور وہ خود کو سب کچھ سمجھ بیٹھتے ہیں اور یوں ایک نئے فرقے کی بنیاد پڑ جاتی ہے۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمیشہ اپنے بزرگوں کے نقشِ قدم سے قدم ملا کر چلو، لہٰذا اسی پس منظر میں یہ نظم برائے تعمیر ملاحظہ فرمائیں! نہ کہ برائے تنقید!

**اثر جونپوری**

کوئی لاکھ انگلی اٹھاتا ہے ہم پر
چلیں گے اکابر کے نقشِ قدم پر

ہمارے اکابر غلامانِ آقا ﷺ
غلامانِ آقا ﷺ مقامِ ارم پر

ہمارے اکابر کی قائم حکومت
ہماری زباں پر ہمارے قلم پر

ہمیں راہِ سنت پہ چلنا سکھایا
ہمارے اکابر کا احساں ہے ہم پر

نگاہِ اکابر کا فیضان ہے یہ
ہماری نظر ہے خدا کے کرم پر

اکابر کے مسلک پہ موت آئے ہم کو
دعا ہم نے مانگی ہے یہ ملتزم پر

اثر احترامِ اکابر کا مسلک
گراں کس لیے ہے مرے محترم پر

# سورۂ لہب کا ایک خاص انداز

خولہ بنت قاری محمد شفیق پانی پتی ۔ جھنگ صدر

حضرت مولانا عبدالکریم بڑے ہی خوش الحان اور شیریں بیان خطیب تھے۔ واقعات سناتے وقت ایسا سماں باندھتے تھے کہ خود بھی رونے لگتے اور سامعین بھی پرنم ہو جاتے۔ ایک بار مجلس میں فرمایا کہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ سورۂ لہب کے متعلق اپنے خاص انداز میں یوں فرمایا کرتے تھے کہ اس سورۃ کا اپنا ہی انداز ہے۔

یوں تو اللہ تعالیٰ نے پورے قرآن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریفیں کی ہیں مگر اس سورت میں انسانوں کی سطح پہ اتر کر اپنے حبیب کے دشمن کی خبر لی ہے جیسے ہم ایک دوسرے کو بددعا دیتے ہیں "تیرا ناس ہو جائے" "تو برباد ہو جائے" وغیرہ، بالکل اسی طرح ابولہب کی کمینی حرکتوں کو دیکھ کر اللہ نے انسانوں ہی کے انداز میں کہا کہ ابو لہب جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے راستوں میں کانٹے بچھاتا ہے اور طرح طرح سے ایذائیں دیتا ہے، اس کے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور اس کی بیوی کے گلے میں آگ کی رسی ہو۔ "سبحان اللہ۔"

اس سورت میں جو محبت نظر آتی ہے، وہ اپنی مثال آپ ہے، ورنہ کہاں اللہ پاک کی ذات اور کہاں ابولہب جیسا کمتر انسان اور اس کی بیوی۔ (از واقعات وارشادات)

کیا: "آدھا مال صدقہ کر دوں؟"

آپ نے فرمایا:

"نہیں! ہاں تہائی مال صدقہ کر دیں اور تہائی بھی بہت ہے۔ تم اپنے وارثوں کو مال دار چھوڑ کر جاؤ، یہ اس سے بہتر ہے کہ تم انھیں غریب چھوڑ کر جاؤ اور وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے پھریں اور تم جو بھی خرچ کرو، اللہ کی رضا کے لیے کرو، اس پر تمھیں اللہ کی طرف سے اجر ضرور ملے گا، حتیٰ کہ تم جو لقمہ اپنی بیوی کے منہ میں ڈالو گے، اس پر بھی اجر ملے گا۔"

اس پر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

"اے اللہ کے رسول! مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ مہاجرین تو آپ کے ساتھ مکہ سے واپس چلے جائیں گے اور میں یہاں ہی رہ جاؤں گا اور میرا انتقال یہاں مکے میں ہو جائے گا اور چونکہ مکے سے ہجرت کر کے گیا تھا تو اب میں یہ نہیں چاہتا کہ میرا انتقال یہاں ہو، یعنی میں چاہتا ہوں کہ میرا انتقال مدینہ منورہ میں ہو۔"

ان کی بات سن کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"نہیں، تمہاری زندگی لمبی ہوگی (اور اس مرض میں تمہارا انتقال نہیں ہوگا) اور تم جو بھی نیک عمل کرو گے۔ اس سے تمہارا درجہ بھی بلند ہوگا اور تمہاری عزت میں اضافہ ہوگا اور تمہارے ذریعے اسلام کا اور مسلمانوں کا بہت فائدہ ہوگا اور دوسروں کا بہت نقصان ہوگا (حضرت سعد کے ہاتھ پر عراق فتح ہوا) اے اللہ! میرے صحابہ کی ہجرت کو آخر تک پہنچا (یعنی مکہ میں فوت ہونے سے ٹوٹنے نہ پائے) اور (مکہ میں موت دے کر) انھیں ایڑیوں کے بل واپس نہ کر۔"

O

حضرت جابر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ بیمار ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پیدل چل کر بیمار پرسی کے لیے تشریف لائے۔ وہ اس وقت بے ہوش تھے۔ آپ نے وضو فرمایا اور وضو کا پانی ان پر چھڑکا۔ اس سے انھیں ہوش آ گیا۔ انھوں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ انھوں نے آپ سے پوچھا:

"اے اللہ کے رسول! میں اپنے مال کا کیا کروں۔ اپنے مال کے بارے میں کیا فیصلہ کروں۔"

آپ نے ان کی بات کا کوئی جواب نہ دیا، یہاں تک کہ وراثت کی آیت نازل ہوگئی۔

O

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک بیمار دیہاتی کی بیمار پرسی کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ کی عادت یہ تھی کہ جب کسی بیمار کی بیمار پرسی کے لے تشریف لے جاتے تو فرماتے:

"ڈر کی کوئی بات نہیں، ان شاء اللہ یہ بیماری گناہوں سے پاکی کا ذریعہ ہے۔"

آپ نے اس سے بھی یہی کلمات کہے۔ اس بوڑھے نے جواب میں کہا:

"آپ اسے پاکی کا ذریعہ کہہ رہے ہیں۔ بات ایسی نہیں ہے، بلکہ یہ تو بہت تیز بخار ہے جو ایک بوڑھے پر جوش مار رہا ہے اور یہ بخار تو مجھے قبرستان پہنچا کر چھوڑے گا۔"

اس پر آپ نے فرمایا:

"اچھا تو پھر ایسے ہی سہی۔"

اور وہ اسی بیماری میں چل بسا۔ (جاری ہے)


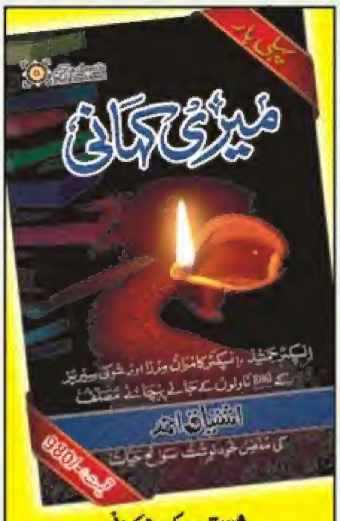


اشتیاق احمد کی اپنی کہانی۔

بچپن سے بلکہ ماں کی گود سے آج تک کی کہانی۔

آلو چھولے بیچنے والا۔ 66 روپے کی ملازمت کرنے والا۔ 800 ناولوں کا ملک گیر شہرت یافتہ مصنف کیسے بنا۔

فٹ پاتھ پر بیٹھ کر علیم چنے کما کر لکھنے کا عمل اس نے کیسے جاری رکھا ؟ وہ کیسے کامیاب پبلشر بنا ؟

پے در پے ناکامیوں کا سفر کامیابی کے سفر میں کیسے تبدیل ہوا ؟ غموں کے پہاڑ جب اس پر ٹوٹے، پریشانیوں کی آندھیوں نے جب اسے بار بار جھنجھوڑا تو اس پر کیا بیتی ؟

... پہلی بار ... !!

اشتیاق احمد کی اپنی کہانی۔

میری کہانی

530 صفحات، سفید کاغذ، مجلد دیدہ زیب گرد پوش کے ساتھ،

اصل قیمت 980 روپے

براہِ راست ہم سے منگوانے پر

صرف 660 روپے

کراچی فون نمبر: 021-34268800

موبائل نمبر: 03002472238

اٹلانٹس پبلکیشنز

A-36 Eastern Studios,
B-16 S.I.T.E, Karachi.

8

اشتیاق احمد

# بدنصیب ہوٹل

''بات پلے نہیں پڑی ... آخر یہ کیا ہو رہا ہے۔'' انسپکٹر مشکور نے اُلجھن کے عالم میں کہا۔

''بات صرف اور صرف اتنی ہے کہ سیٹھ بھلوان کا ہوٹل تباہ کر دیا گیا ہے ... اور یہ کام اسی شخص کا ہے جس نے ہوٹل میں تین آدمیوں کو قتل کروا دیا گیا ... حادثے سے کچھ ہی دیر پہلے ہم ہوٹل میں موجود تھے، خطرہ محسوس ہوا تو باہر نکل آئے اور پھر دھما کا ہو گیا ... سارا ہوٹل ملبے کا ڈھیر بن گیا ... میں انھیں لے کر یہاں آ بیٹھا ... انھیں سکون کی ضرورت تھی ... جلد ہی ایک شخص رگو بابا کو لے کر یہاں آیا، اس نے کلرک سے کچھ بات کی، اسے کچھ نوٹ بھی دیے اور رگو بابا کو بٹھا کر چلا گیا، مجھے بہت حیرت ہوئی، کیوں کہ رگو بابا سے کچھ کام اس نامعلوم آدمی نے لیا ہے، چنانچہ میں نے کاؤنٹر کلرک سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جو رگو بابا کو یہاں چھوڑ گیا تھا، لیکن اس نے بتانے سے انکار کر دیا، اس پر میں نے فون کرنا چاہا تو یہ لوگ حملہ آور ہو گئے ... اس سلسلے میں خود اپنے ہی ہاتھ سے ایک بیرا مارا گیا ... میں صرف اس آدمی کا نام جاننا چاہتا ہوں جو رگو بابا کو یہاں چھوڑ گیا ہے۔''

''لیکن رگو بابا کو کیا ہوا ... وہ کیسے گر گیا۔'' انسپکٹر مشکور کے لہجے میں ابھی تک اُلجھن تھی۔

''رگو بابا غالباً نشے میں ہے۔'' انھوں نے جواب دیا۔

''ہوں ... ٹھہریے، میں خود کلرک سے بات کرتا ہوں۔'' اس نے اُٹھتے ہوئے کہا۔

''کلرک اس طرح زبان نہیں کھولے گا ... اس کے ساتھ دوسرا طریقہ اختیار کرنا ہو گا۔'' وہ بولے۔

''میں کوشش کر کے دیکھ لوں۔''

انسپکٹر مشکور نے کہا اور کاؤنٹر کی طرف چل پڑا ... اسی وقت راجا باری نے ریسیور رکھ دیا اور ان کی طرف مڑا:

''اب شاید آپ صلح کرانے کی کوشش کریں گے۔'' اس نے طنزیہ لہجے میں انسپکٹر مشکور سے کہا۔

''جی نہیں ... میں آپ کے کلرک سے صرف اتنا پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس شخص کا نام کیا ہے جو رگو بابا کو یہاں چھوڑ گیا ہے۔''

''میں اسے نہیں جانتا۔'' کلرک نے فوراً کہا۔

''لیکن اس نے آپ کو کچھ کرنسی نوٹ دیے تھے؟''

''وہ اس لیے کہ اگر رگو بابا کو کچھ کھلانا پلانا پڑے تو ہوٹل کا نقصان نہ ہو۔''

''میرے ساتھ جو انسپکٹر ہیں، کوئی معمولی آدمی نہیں ... انسپکٹر جمشید ہیں ... ان کا کہنا ہے کہ آپ اس شخص کو اچھی طرح پہچانتے ہیں۔''

''ارے ... یہ کیا ہوا'' ہال میں کئی آوازیں اُبھریں، پھر کچھ لوگوں کی نظریں شیشے کے ٹکڑوں پر جم گئیں۔

''کچھ نہیں ... شیشے کا ایش ٹرے ٹوٹ گیا ہے گر کر'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔ اب ان کا رُخ نیلی آنکھوں والے کی طرف تھا۔ اس کی آنکھوں میں اُلجھن، بے چینی اور پریشانی کے آثار صاف تھے۔ ادھر رگو بابا نیچے گرنے کے بعد بے ہوش ہو گیا تھا یا شاید اس میں اُٹھنے کی سکت ہی نہیں رہ گئی تھی۔

اچانک پتلا دبلا اور نیلی آنکھوں والا آدمی ایک جھٹکے سے اُٹھا اور تیز تیز قدم اُٹھاتا باہر نکل گیا:

''انسپکٹر صاحب ... اسے جانتے ہیں؟''

''ہاں ... یہ اس قصبے کا ایک پُراسرار ترین آدمی ہے ... لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ کالے علم کا ماہر ہے ... کوئی کہتا ہے ... جادوگر ہے ... ویسے یہ بیماریوں کا علاج بھی کرتا ہے ... لوگ اسے دیکھ کر خوف زدہ ہو جاتے ہیں ... آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟''

''یہ کہاں رہتا ہے؟'' انسپکٹر جمشید نے جیسے ان کا سوال سنا ہی نہیں۔

''اس کا نام پروفیسر قادری ہے ... قصبے کے جنوبی سرے پر اس کی کوٹھی ہے۔''

''اور اس کی آنکھیں کس قدر نیلی ہیں۔'' انسپکٹر جمشید بڑبڑائے۔

''یہ رگو بابا کو کیا ہوا تھا؟''

''پتا نہیں ... شاید یہ نشے میں ہے ... بس گر گیا ... ساتھ ہی کرسی بھی گر گئی۔'' وہ بولے

''آپ ... آپ کچھ چھپا رہے ہیں۔''

''دیکھیے جناب ... آپ اپنی باتوں میں مشغول ہو گئے ... پہلے میرے معاملے سے نبٹ لیجیے ... اب کیا کرنا ہے۔''

''ہاں بتایئے ... آپ کا آدمی کیسے ہلاک ہوا؟''

اس نے تفصیل سنا دی۔

''گویا انسپکٹر صاحب کا قصور صرف اتنا ہے کہ انھوں نے بغیر اجازت فون کیا ... اور یہ آپ کے کلرک سے صرف یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ جو شخص رگو بابا کو چھوڑ کر گیا ہے ... وہ کون ہے۔''

''وہ ... کلرک کا کہنا ہے کہ وہ اسے نہیں جانتا۔'' راجا باری نے فوراً کہا۔

''لیکن میرا دعویٰ ہے کہ وہ اسے پہچانتا تھا ... اور شاید یہاں اکثر آتا رہتا ہے۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''اس صورت میں آپ کے کلرک کو اس شخص کا نام بتانا ہو گا۔'' انسپکٹر مشکور بولے۔

''میں تو پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ آپ سے انصاف کی امید نہیں کی جا سکتی، کیوں کہ میرے مقابلے میں آپ کا ایک ہم پیشہ ہے ... اب میں خود ایس پی صاحب کو فون کرتا ہوں، تاکہ وہ فوراً آ جائیں۔''

''اچھی بات ہے ... پہلے آپ ایس پی صاحب کو فون کر لیں۔'' انسپکٹر جمشید نے جل بھن کر کہا۔

''شکریہ ... میں ابھی آیا۔'' یہ کہہ کر وہ اُٹھ کھڑا ہوا، پھر وہ بیروں سے بولا:

''ان صاحب کو اُٹھا کر کسی صوفے پر ڈال دو۔''

''نہیں جناب ... یہ یہیں ٹھیک ہیں۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''جی ... کیا فرمایا ... یہ یہیں ٹھیک ہیں۔''

''ہاں! کہیں پھر نہ گر پڑیں۔'' وہ بولے۔

''آپ شاید مذاق کے موڈ میں ہیں۔'' راجا باری نے حیران ہو کر ان کی طرف دیکھا۔

''ہرگز نہیں ... میری درخواست ہے، آپ انھیں اسی طرح پڑے رہنے دیں۔''

''عجیب بات ہے ... خیر۔'' راجا باری نے کہا اور اُٹھ کر کاؤنٹر پر چلا آیا۔ فون کا ریسیور اٹھایا اور نمبر گھمانے لگا۔ مڑ مڑ کر ان کی طرف بھی دیکھ رہا تھا:

''ان کا خیال غلط ہے ... ان کے پاس اس بات کا کیا ثبوت ہے۔''

''اگر آپ اس شخص کا نام بتا دیں تو یہ جھگڑا اسی وقت ختم ہو جائے گا۔''

''لیکن ہم جھگڑے کو ختم کرنا نہیں چاہتے ... ایس پی صاحب آنے ہی والے ہیں ... میں اس بیرے کے خون کا حساب لوں گا۔''

''لیکن وہ اپنے ہی ہاتھ سے مرا ہے۔''

''اور ان لوگوں کی وجہ سے مرا ہے۔''

''تو ان پر حملہ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔'' انسپکٹر مشکور نے تلملا کر کہا۔

راجا باری نے کوئی جواب نہ دیا ... انسپکٹر مشکور برے برے منہ بناتا واپس ہوا ...

''میں نے کہا تھا نا ... یہ اس طرح نہیں بتائے گا ... ایس پی کے اس سے کیا تعلقات ہیں؟''

''یہ اس کا سالا ہے۔''

''اوہ ... اسی لیے۔'' انسپکٹر جمشید کے لہجے میں گہرا طنز جھلک اُٹھا۔

اور پھر بھاری قدموں کی آواز گونج اُٹھی ... ایس پی ایک بھاری بھرکم آدمی تھا، اس کے پیچھے کچھ اور لوگ بھی تھے: ''کیا معاملہ ہے باری؟''

راجا باری جلدی جلدی معاملہ بتانے لگا ... یہاں تک کہ ایس پی کی نظریں ان پر جم گئیں ... پھر اس کے قدم ان کی طرف اُٹھ گئے ... انسپکٹر مشکور کے چہرے پر گھبراہٹ کے آثار طاری ہو گئے ... اس نے جلدی سے سلیوٹ کیا:

''میں تمہیں اتنا ناکارہ نہیں سمجھتا تھا مشکور ... تمہارے یہاں ہوتے ہوئے مجھے کیوں آنا پڑا۔''

''مجبوری تھی سر ... باری صاحب نے میری تجویز نہیں مانی اور آپ کو فون کر دیا۔''

''نہیں مانی تھی تو تم ان کی تجویز مان لیتے۔''

''میں ایسا نہیں کر سکتا تھا سر ... معاملہ انسپکٹر جمشید صاحب کا ہے۔''

''کیا مطلب؟'' ایس پی نے حیران ہو کر کہا اور پھر اس کی نظریں ان پر جم گئیں:

''آپ انسپکٹر جمشید ہیں؟'' اس نے بے یقینی کے عالم میں کہا۔

''جی ہاں۔''

''آپ کیا چاہتے ہیں؟''

''صرف اس شخص کا نام جاننا چاہتا ہوں جو رگو بابا کو یہاں چھوڑ گیا ہے۔''

''کلرک کا کہنا ہے کہ اسے اس کا نام نہیں معلوم۔'' ایس پی نے فوراً کہا۔

''اور میرا دعویٰ ہے کہ یہ اچھی طرح جانتے ہیں ... اور میں یہ بات ثابت کر دوں گا۔''

''کیسے؟''

''اسے تھانے لے چلیے۔''

''اس کا جرم؟'' ایس پی نے پوچھا۔

''اس کے اشارے پر یہاں کے بیروں نے مجھ پر قاتلانہ حملہ کیا ... جس کا ثبوت یہ بیرا ہے جو مرا پڑا ہے ... اس خنجر پر اس کی اپنی انگلیوں کے نشانات ہیں۔''

''ایس پی نے لاجواب ہو کر ادھر اُدھر دیکھا، آخر بولا:

''دیکھیے ... اس معاملے کو یہیں ختم کر دیتے ہیں۔''

''نہیں جناب ... یہ ناممکن ہے۔''

''میں آپ کو اس کلرک پر تشدد کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا ... اس قصبے کا انچارج میں ہوں۔'' ایس پی نے سرد آواز میں کہا۔

''اگر یہ بات ہے تو اس پورے ملک کا انچارج میں ہوں، اب آپ کیا کہتے ہیں؟''

''کیا مطلب ... پورے ملک کے انچارج ... یہ کیسے ہو سکتا ہے۔''

''یہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ سچے وطن پرست اس پورے ملک کے انچارج ہیں ... اگر وہ انچارج نہیں ہوں گے تو پھر ملک میں جگہ جگہ یہی کچھ ہوگا جو اس وقت یہاں ہوا ہے، مہربانی فرما کر ہمیں اس کلرک کو تھانے لے جانے دیجیے ... یہ میری آپ سے درخواست ہے ... اس کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں ہوگی ... میں بہت سادہ طریقے سے اس سے اگلواؤں گا۔''

''میں اجازت نہیں دے سکتا۔''

''کیا اس لیے کہ یہ آپ کے سالے کا کلرک ہے؟''

''نہیں! صرف اس لیے کہ اس قصبے کا انچارج میں ہوں اور یہاں میں اپنی مرضی سے کام کرنا پسند کرتا ہوں ... دوسرے شہروں سے آفیسر آ کر مجھ پر رعب نہیں جما سکتے۔''

''شکریہ ... یہ ملاحظہ فرمائیے۔'' انسپکٹر جمشید نے جیب میں سے اپنا خصوصی اجازت نامہ نکال کر اس کے سامنے کر دیا۔

''یہ کیا۔'' اس نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا۔

''پڑھ لیں۔'' وہ بولے۔

ایس پی نے جلدی جلدی اجازت نامہ پڑھا اور پھر اس کا چہرہ لٹک گیا ... انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا: ''مشکور صاحب ... کلرک کو لے چلیے۔''

ہال میں موجود لوگ دھک سے رہ گئے ... سب سے بُرا حال راجا باری کا تھا ...

''اور رگو بابا کو بھی ساتھ لے چلنا ہے۔'' انسپکٹر جمشید نے انسپکٹر مشکور سے کہا۔

''رگو بابا کو لے جا کر کیا کریں گے؟''

''یہ میں بعد میں بتاؤں گا۔''

تھوڑی دیر بعد وہ ان دونوں کو لے کر تھانے کی طرف روانہ ہو چکے تھے ... راجا باری، ایس پی اور بیرے ہال میں ساکت کھڑے تھے ... یوں لگتا تھا جیسے انہیں سانپ سونگھ گیا ہو ... (جاری ہے)


چھوٹے قد والا دل چھوٹا نہ کریں

• کیا چھوٹا قد آپکو احساسِ کمتری میں مبتلا کر دیتا ہے؟
• چھوٹے قد اور کمزور صحت کی وجہ سے اکثر بچے بچیوں کے رشتے نہیں ہو پاتے۔
• چھوٹے قد اور کمزور صحت کی وجہ سے نوکری نہیں مل پاتی۔
• چھوٹے قد کی وجہ سے لڑکیاں سسرالیوں اور شوہر کے طعنوں کا نشانہ بنتی ہیں۔
• چھوٹا قد اور کمزور صحت بچوں کی صلاحیتوں کو زنگ لگا دیتا ہے ــــ تو پریشان ہونا چھوڑیئے

آپ میڈلسن کا ساتھ دیں • میڈلسن آپکا ساتھ دے گی

بچوں کے چھوٹے قد سے پریشان نہ ہوں 30 سال تک کے لڑکے لڑکیاں اپنے قد میں اضافہ کر سکتے ہیں جوان ہونیوالے لڑکے لڑکیوں کو پروٹین کی بہت ضرورت ہوتی ہے اس کی کمی کیوجہ سے قد بڑھنا رک جاتا ہے صرف 10 فیصد ہارمونز کی کمی بیشی سے ایسا ہوتا ہے۔ اس دوران لحمیات زیادہ کریں۔ تاکہ بڑھوتری جلد ممکن ہو سکے۔

(IdealHeight)

آئیڈیل ہائیٹ کورس

اب قد بڑھانا بے حد آسان

قد میں یقینی اضافہ

چھوٹے قد والوں کے لئے بڑی خوشخبری

کورس 1 ماہ قیمت 1600 روپے

قد بڑھنے کا شیڈول

12 سے 18 سال تک عمر: قد میں 6 انچ اضافہ
19 سے 24 سال تک عمر: قد میں 4 انچ کا چانس
25 سے 30 سال تک عمر: قد میں 2 انچ اضافہ۔

کورس بذریعہ V.P روانہ کیا جاتا ہے خرچہ 50 روپے
صبح 11 بجے سے 6 بجے تک کال کر کے VP منگوا سکتے ہیں

0313-5022903—0334-0700800

WWW.deva Pk Com

گرتے بال، سکری، خشکی، چہرے پر کیل چھائیاں، داغ، دھبے، فالتو بال، کالی رنگت، جوڑوں کا درد، گردہ پتھری، معدہ، دمہ، ہر قسم کی کمزوری کا مکمل علاج

اپنی صحت کے بارے میں مفت کتابچہ منگوانے کیلئے اپنا نام پتہ SMS کریں 0313-5022903

# چال اُلٹ گئی

مولانا محمد ہاشم عارف ۔ کراچی

اگلے دن جب بزرگ صاحب تشریف لائے تو دیکھا کہ دروازہ بہت ہی چھوٹا کر دیا گیا ہے۔ فوراً بادشاہ کی چال سمجھ گئے۔ اب انھوں نے کیا کیا کہ پیٹھ کے بل الٹی طرف سے اندر داخل ہوئے۔ سارے درباری یہ دیکھ کر کھل کھلا اٹھے اور بادشاہ کو بڑی شرمندگی ہوئی۔

یہ چوکور سرنگ تین سے چار میٹر طویل ہوگی۔ اس کو پار کرنے کے لیے اندر داخل ہوئے تو سیدھا جھک کر ہوئے، لیکن جب سرنگ ختم ہونے لگی تو ان بزرگ کے طریقے پر عمل کرتے ہوئے ہم بھی پیٹھ کے بل گھوم گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بڑا سا کمرہ ہے جس کی تمام دیواریں مختلف قسم کی شکلوں سے بھری ہوئی ہیں جن میں الو اور عقاب بہت واضح تھے۔ نجانے کیا مطلب تھا ان کا۔ کون کون سے جادوؤں کے منتر لکھے ہوئے تھے۔ اس بڑے کمرے کے ایک کونے میں ایک بڑا سا پتھروں کا چبوترہ بنا ہوا تھا جس پر بادشاہ کی لاش کو رکھا جاتا تھا۔ ذرا تصور کیجیے! زمین کی تہ میں اتنا اندر سرنگوں سے ہوتے ہوئے گھپ اندھیرے میں کوئی شخص اس کمرے میں ہو اور سامنے ایک حنوط شدہ ڈراؤنی لاش ہو تو کیا حال ہوگا اس کا۔ میرا خیال تو یہ ہے کہ پھر اس کمرے میں ایک کی بجائے دو لاشیں ہوں گی، لیکن بھلا کرے مصری حکومت کا کہ انھوں نے تمام حنوط شدہ لاشیں قاہرہ میوزیم میں منتقل کر دی ہیں اور یہاں روشنی کا انتظام کر دیا ہے۔ اس وقت اس کمرے میں میرے اور عمر کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ پورے ماحول میں اِک عجیب سی پراسراریت تھی۔ اس کے علاج کے طور پر میں نے قرآن کی تلاوت شروع کر دی، تاکہ کوئی بدروح وغیرہ یہاں گھوم رہی ہو تو اس کے اثرات سے محفوظ رہ سکیں۔ اطمینان اور تسلی سے ہم نے اپنا کام مکمل کیا، یعنی تصویریں اتاریں اور پھر اس کے مختلف گوشوں کی ساخت کا معائنہ کرنے لگے۔

اس بڑے کمرے کے دوسری طرف ایک اور چھوٹا کمرہ تھا۔ اس میں دو چھوٹے چھوٹے چبوترے تھے۔ بہر حال کافی دیر کے بعد ہم نے واپسی کی راہ لی۔

صقرہ (جسے عربی سائٹ پر سقارہ لکھا گیا ہے) سے واپسی کے دوران ڈرائیور نے ایک قالین بافی کا ایک چھوٹا کارخانہ دکھایا جہاں ہاتھ کی مشینوں سے قالین بنا جاتا تھا۔ اسی طرح ایک اور دکان ہمیں دکھائی جہاں زمانہ قدیم سے مشہور پودے پیپرس (Papyrus) سے ورق بنا کر مختلف کاموں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ وہاں ہم نے اس کے عملی طریقے کا مشاہدہ کیا۔

طریقہ کار یہ ہے کہ پودا لمبی سیدھی ٹہنیوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس کی ٹہنیوں کو مناسب سائز میں کاٹ کر کچھ عرصے تک پانی میں بھگویا جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ پھول جاتی ہیں۔ پھر اس کے باریک قتلے بنا دیے جاتے ہیں۔ پھر ان قتلوں کو پتھر کی ایک سل کے اوپر ترتیب سے اس طرح رکھا جاتا ہے کہ درمیان میں کوئی خلا باقی نہ رہے، پھر اس کے اوپر ایک اور پتھر کی بھاری سل رکھ دی جاتی ہے۔ کچھ عرصے بعد جب سل کو ہٹایا جاتا ہے تو کاغذ تیار ہوتا ہے۔ آج کے جدید دور میں یہ کاغذ آرٹ اور پینٹنگز کے نمونے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس شوروم میں اس کے مختلف فن پارے موجود تھے۔ اپنے معمول کے مطابق صرف معائنے پر اکتفاء کیا۔

گاڑی اب "جیزہ" (Giza) کی جانب رواں دواں تھی۔ چلتے چلتے چوڑی سڑک کی بجائے چھوٹی چھوٹی گلیاں شروع ہو چکی تھیں۔ اچانک ڈرائیور نے ایک گھوڑے کی بگھی کے قریب گاڑی روک دی۔ حیران ہو کر میں نے اس سے پوچھا کہ اہرام کیوں نہیں لے جا رہے تو وہ گول کر گیا۔ میں نے سوچا چلیں ظہر کا ٹائم ہو گیا ہے، آس پاس مسجد دیکھتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ یہ سوچ کر ہم دونوں گاڑی سے اترے۔ ہمیں گاڑی سے اترتا دیکھ کر ڈرائیور ہاتھ میں قہوے کا کپ لے کر ہماری طرف آیا کہ کیا ارادہ ہے۔ ہم نے جب نماز کا بتایا تو وہ ہمیں ایک چھوٹے سے احاطے میں لے گیا۔ یہ جگہ نہ تو ہوٹل تھی اور نہ ہی قہوہ خانہ، ہمیں کیا معلوم تھا کہ ہمیں لوٹنے کے لیے شکنجہ تیار کیا جا رہا ہے۔ بہر حال ہمیں تو نماز سے غرض تھی۔ ہمیں پہلی منزل پر لے جایا گیا جہاں واش روم تھا۔ وضو وغیرہ اور نماز سے فارغ ہو کر ہم نیچے اترے تو ایک شخص ہم سے بڑی گرم جوشی سے ملا اور پاکستان کے بارے میں پوچھنے لگا۔ اس کا انداز بڑا دوستانہ تھا۔ وہ میری باتوں میں بڑی دلچسپی لے رہا تھا۔ پھر خود ہی اپنے بارے میں بتانے لگا کہ میں بھی بہت مذہبی ہوں جب تبلیغی جماعت آتی ہے تو ہمارے ہاں ٹھہرتی ہے اور ایک بار پاکستان سے بھی بہت سے تبلیغی حضرات آئے تھے تو کیا آپ بھی تبلیغی دورے پر ہیں تو ہم آپ کا بیان رکھوا دیتے ہیں۔ میں نے انکار کیا کہ نہ میں تبلیغی دورے پر ہوں اور نہ ہی مجھے بیان کرنا آتا ہے۔

یہ سب کچھ اس تسلسل سے ہو رہا تھا کہ میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ ہمیں یہاں لانے کا کیا مقصد ہے۔ میں تو یہی سمجھ رہا تھا کہ شاید ڈرائیور کو قہوے کی طلب تھی۔ اس لیے وہ یہاں رکا ہے۔ باتیں کرتے کرتے اس نے ہمارے لیے بھی قہوہ منگوالیا۔ میں نے بارہا منع کیا، لیکن بڑے اصرار کے ساتھ ہمارے سامنے قہوہ رکھ دیا گیا۔

ان کے اتنے اصرار کی بناء پر میں نے کپ اٹھایا اور پینا شروع کر دیا۔ بلا مبالغہ قہوہ انتہائی لذیذ تھا۔ زندگی میں میں نے اتنا خوشبودار اور لذیذ قہوہ کبھی نہیں پیا تھا۔ بعد میں میں نے اس کے اجزا اور اس کی پتی کی فرمائش کی، لیکن وہ میسر نہ ہو سکی۔

قہوے کے دور کے دوران وہ اب اپنے اصل مقصد کی طرف آ چکا تھا۔ وہ ہمیں اہرام کے متعلق معلومات فراہم کر رہا تھا تو ہم بہت دلچسپی سے سن رہے تھے۔ اس کے پاس پورا نقشہ موجود تھا جس کے ذریعے وہ ہمیں وہاں موجود مختلف چیزوں کا محل وقوع سمجھا رہا تھا۔ تمام معلومات دینے کے بعد آخر میں اس نے کہا، جی فرمایئے، آپ کون سا پیکج لینا چاہیں گے۔ یہ سن کر تو میری سٹی گم ہو گئی۔ اب ساری کہانی میری سمجھ میں آنے لگی۔ میں سوچنے لگا کہ کمبخت ڈرائیور نے ہمیں کس طرح پھنسایا۔ اب تو اس شخص کے کتنے احسانات ہمارے کندھوں پر تھے کہ نماز بھی اس کے ہاں پڑھی اور پھر قہوہ بھی نوشِ جاں کر چکے ہیں۔ کوئی راہ فرار نظر نہیں آ رہی تھی۔ معاملے کو سلجھانے کے لیے مجھے تھوڑا سوچنے کی مہلت درکار تھی، لہٰذا میں نے سوال کیا کہ کون کون سے پیکج ہیں۔ اس سوال کے جواب میں وہ پوری تفصیل سنانے لگا کہ یہ سب سے اچھا والا ہے اور یہ درمیانہ اور یہ سب سے ہلکا اس میں صرف گھوڑے پر سوار کروا کر چکر لگوایا جائے گا۔

"سب سے ہلکے والے کے کیا ریٹ ہیں۔" عمر نے سوال کیا۔

"چار سو پاؤنڈ۔"

"یہ تو بہت زیادہ ہیں۔" میں نے فوراً جواب دیا کہ کہیں عمر ہامی نہ بھر لے۔

"آپ کیا دیں گے۔" اس نے فوراً پینترا بدلا۔

"بھئی ہم تو پیدل جائیں گے۔ ہمیں یہاں گھڑ سواری نہیں کرنی۔" میں نے دو ٹوک لہجے میں کہا۔

بہانوں کی کمی اس کے پاس بھی نہیں تھی۔ فوراً ہمیں سمجھانے کے انداز میں کہنے لگا:

"راستہ بہت زیادہ ہے اور پھر اہرام کا اندرونی علاقہ بھی سات کلو میٹر پر مشتمل ہے۔"

"پیدل چلنا ہمارے لیے مشکل نہیں ہے۔ ہم چل کر ہی جائیں گے۔" میں نے اپنی بات دہرائی۔

فاصلے کا سن کر عمر ڈگمگا گیا۔ مجھ سے سرگوشی میں کہنے لگا:

"راستہ بہت زیادہ ہے، گرمی بھی ہے، چلنا مشکل ہو جائے گا۔ گھوڑے لے لیتے ہیں۔ تفریح ہو جائے گی۔"

"لیکن ریٹ کتنے زیادہ بتا رہا ہے۔ اتنے زیادہ تو ہم ادا نہیں کر سکتے۔"

"میں کم کروانے کی کوشش کرتا ہوں۔" عمر نے مجھے سمجھایا تو میں نے کندھے اچکا دیے

# ایسا بھی ہوتا ہے

ف، ح۔ کراچی

''ہائے میرا لاکٹ۔'' باجی کی آواز ایسی پرسوز تھی کہ مجھ جیسا گھوڑے بیچ کر سونے والا بھی اٹھ کر بیٹھ گیا۔

''یہیں کہیں ہوگا۔'' امی نے ہانک لگائی۔

''نہیں مل رہا۔'' باجی کی روتی ہوئی آواز آئی۔

''میں ناشتا بنارہی ہوں، بعد میں ڈھونڈ دوں گی۔''

''ہر جگہ دیکھ لیا ہے۔'' اس بار وہ باقاعدہ رو پڑی۔

''یہ کیا ہو رہا ہے ہمارے گھر میں۔'' اب ابو کی آواز آئی۔ ہم اپنے بستر کو استعفیٰ دے کر اٹھ ہی پڑے۔ دسترخوان پر باجی رو رہی تھیں۔ امی جب دسترخوان پر آئیں تو ابو بولے۔

''تین دن سے ہمارے گھر میں عجیب قسم کی وارداتیں ہو رہی ہیں، کبھی کچھ غائب ہے اور کبھی کچھ۔'' ابو کچھ دیر کے لیے رکے اور بولے ''پہلے دن جائے نماز غائب تھی، دوسرے دن سب کے چپل غائب تھے اور آج تو حد ہی ہوگئی، سدرہ کا سونے کا لاکٹ غائب ہوگیا۔''

''لگتا ہے کہ گھر پر کوئی آسیب وغیرہ ہے۔'' آسیب کا سنتے ہی میں تھر تھر کانپنے لگا۔ سردی پہلے ہی لگ رہی تھی، اس میں مزید اضافہ ہوگیا۔

''اے ہے! میرے بچے کو ڈرا دیا۔'' امی نے مجھے چمکارتے ہوئے بھائی کو ڈانٹ پلائی۔

''اور کیا امی جان! بھلا کسی کو ہمارے جوتوں سے کیا غرض ہے، یہ کسی۔''

''چور کا کام ہی ہوسکتا ہے۔'' میں نے لقمہ دیا۔

''تو جاسوس صاحب آپ چور پکڑ کر دکھا دو تو مانیں۔'' میں نے سب کی طرف نظر گھما کر دیکھا۔

''یہ چور پکڑے گا، یہ تو خود کام چور ہے۔'' باجی نے کچوکا لگایا۔

''اچھا میں چور کو پکڑ کر دکھاؤں گا۔''

''چیلنج!''

''ہاں! چیلنج! مگر انعام کیا ملے گا۔''

''دو ناول۔''

''پانچ ناول۔'' دوسری پیش کش ہوئی۔

''ٹھیک ہے! تین دن میں چور پکڑ کر دکھاؤں گا۔'' اس کے بعد سب ناشتے پر لگ گئے۔ بھائی اور باجی میری طرف ایسی نظروں سے دیکھ رہے تھے جیسے کہہ رہے ہوں۔

''یہ منہ اور مسور کی دال۔'' لیکن آنے والے دنوں نے ان کی بات غلط ثابت کر دی۔

O

رات بارہ بجے کا وقت تھا۔ سب اپنے اپنے کمرے میں موٹے موٹے کمبل اوڑھے شدید سردی میں دبکے ہوئے تھے۔ میں نے کوٹ پہن کر سارے گھر کا جائزہ لیا۔ دروازوں کو چیک کیا، چور کے آنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ ایک راستہ تھا گیٹ کے اوپر سے کوئی آجائے، لیکن اس کے ساتھ ہی میرا کمرہ تھا۔ میں نے سب انتظام کیا، کاپی پر ایک نقشہ بنایا۔ گیٹ کے نیچے پانی کے تین چار جگ بھر کر رکھ دیے۔ پرانے مٹکے سے رکاوٹ بنا دی۔ اب چور جیسے ہی کودے گا تو اس شور سے سب کی آنکھ کھل جائے گی۔ اپنے سرہانے قربانی کی عید میں استعمال ہونے والی چھری رکھی اور بستر پر لیٹ گیا۔ لیٹا تو بستر پر تھا مگر میرے کان گیٹ کی طرف تھے۔ کچھ دیر بعد آواز آئی:

''ارے کم بختو! آج پھر چوری ہوگئی ہے۔'' میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا، پانی کے جگ بدستور اپنی جگہ پر رکھے تھے۔ مٹکے کی رکاوٹ اپنی جگہ پر قائم تھی، کیونکہ میں چور کا انتظار کرتے کرتے سو گیا تھا۔ امی کی آواز سے آنکھ کھلی۔ آج ہمارا روٹی پکانے والا ''توا'' چوری ہو چکا تھا۔

''یہ عجیب چور ہے۔'' میرے منہ سے نکلا۔

''جی نہیں پراسرار چور۔''

''بھائی تم ڈرا کے ہی رکھ دیتے ہو۔ کچھ بھی ہو، آج رات چور کو پکڑ کر رہوں گا۔''

''تم اسے بہت ہی آسان لے رہے ہو، اکیلے کیسے پکڑو گے۔''

''چیزیں بھی تو سادہ سادہ چوری ہو رہی ہیں۔'' میں نے جواب دیا۔

''اب روٹی پکانے والے توے کے لیے، گھر میں رکھے جوتوں کے لیے اور

## وقت اور دولت

روبینہ قدیر۔ کراچی

وقت اور دولت میں جو فرق ہے، اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک ہی سائز کی دو ٹنکیاں پانی سے بھری ہوئی ہوں۔ ایک ٹنکی میں ٹونٹی لگی ہو۔ آپ اسے حسب ضرورت کھول سکتے ہیں اور جب چاہیں بند کر سکتے ہیں، جب کہ دوسری ٹنکی میں ٹونٹی نہیں ہے مگر اس کے پیندے میں ایک سوراخ ہے۔ آپ اس سوراخ کو بند بھی نہیں کر سکتے۔ اگر دونوں ٹنکیاں آپ کو استعمال کرنے کے لیے دی جائیں تو غیر ارادی طور پر ہم دوسری ٹنکی کے پانی کو استعمال کرنے کی کوشش کریں گے جب کہ پہلی ٹنکی کی ٹونٹی بند کر دیں گے (ایسے ہی) دولت پہلی ٹنکی کی مانند ہے اور وقت دوسری ٹنکی کی مانند۔

ایک ہزار کے لاکٹ کے لیے ہم پولیس کو بلائیں۔'' ابو نے سر پر خارش کرتے ہوئے کہا اور میرا ذہن چور کے لیے نت نئے جال بنا رہا تھا۔

''ہاں بھئی! انسپکٹر جمشید کے بھانجے! کیا سوچا؟'' بھائی نے ہانک لگائی۔

''بس بہت ہو چکی! آج رات چور ہر قیمت پر پھنس کر رہے گا۔'' میں نے جوش میں میز پر ہاتھ مارا۔

O

گھڑی کی ٹک ٹک کی آواز مجھے سنائی دے رہی تھی۔ میں اٹھا اپنے بچھائے ہوئے جال کو ایک نظر پھر دیکھا۔

''اب نہیں بھاگ سکتا۔'' اچانک مجھے قدموں کی آواز بیت الخلاء کی طرف جاتی ہوئی سنائی دی۔ میں اپنے بستر سے اٹھا۔ دبے قدموں سے غسل خانے کا رخ کیا۔ ساتھ ہی ایک آواز آئی۔

''بیٹا کہاں جا رہے ہو؟'' یہ امی کی آواز تھی۔ وہ شاید تہجد پڑھ کر فارغ ہوئی ہوں گی۔

''شی۔'' میں نے منہ پر انگلی رکھ کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ ''چور ابھی غسل خانے میں گیا ہے۔'' ساتھ ہی مجھے شاور کے تیز چلنے کی آواز آنے لگی۔ غسل خانے کا دروازہ کھولا تو دیکھا کہ شاور بڑی تیزی سے پانی بہا رہا ہے۔ میں نے جلدی سے غسل خانے میں رکھے صابن، شیمپو، ٹوتھ برش جیب میں ڈال لیے، معلوم نہیں میں نے ایسا کیوں کیا تھا۔

''بیٹا کیا کر رہے ہو؟''

''امی چور کا آج میرے جال کی وجہ سے بس نہیں چلا، وہ شاور چلا گیا ہے۔''

''کون سا شاور بیٹا؟''

''یہی نہانے والا شاور اور کیا۔'' یہ کہا اور اس کو بند کرنے لگا مگر وہ بہت ہی سخت تھا۔ بند ہی نہیں ہو رہا تھا۔ میں نے بہت کوشش کی مگر کچھ نہ بن پڑا۔ اتنی دیر میں غسل خانے کے باہر بھائی، باجی اور ابو جان بھی آ چکے تھے۔ وہ مجھے دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔

''کیا دیکھ رہے ہیں... میرے ساتھ شاور بند کروائیں۔'' میں نے سب کی طرف دیکھ کر کہا مگر سب مسلسل مسکرا رہے تھے۔ میں نے نل کو دوسری طرف گھمایا تو فوراً گھوم گیا۔ اب میں سمجھا کہ نل کو الٹا گھما رہا تھا۔ اب جب دوسری طرف گھمایا تو گھومتا چلا گیا۔ مگر یہ کیا ساتھ ہی پانی کی آواز آئی اور ٹھنڈا یخ پانی میرے اوپر گرنے لگا۔ ٹھنڈ اور حیرت کی وجہ سے میں جم کر رہ گیا۔ جب کہ سب کے قہقہے بلند ہونے لگے۔ میں نے جلدی سے شاور بند کر دیا تو پانی رک گیا۔ دراصل میں سویا ہوا تھا، سوتے میں چلتے ہوئے یہاں آ گیا تھا اور بند شاور سے زور آزمائی کر رہا تھا۔ جب دوسری طرف گھمایا تو پانی کھل گیا۔ (نیند میں چلنا ایک بیماری ہے)

''ہاں تو بھئی عثمان یہ کیا کر رہے تھے؟''

''پتا نہیں۔'' میں نے معصومیت سے جواب دیا۔

''یہ صاحب چور کو ڈھونڈتے ہوئے غسل خانے میں آ گئے تھے۔'' امی نے وضاحت کی:

''یہ صابن، شیمپو، ٹوتھ برش کہاں گئے؟'' باجی نے ہانک لگائی، بھائی نے میری جیبوں کی طرف دیکھا۔ اس میں سے شیمپو کی بوتل جھانک رہی تھی اور میں نے کمرے کی طرف دوڑ لگا دی۔ میری خاص الماری کھلوائی گئی۔ الماری سے وہ وہ چیزیں برآمد ہوئیں جو مجھے معلوم نہیں تھیں۔ جی ہاں، روٹیاں پکانے والا توا، سب کے جوتے، باجی کا لاکٹ سب وہاں سے برآمد، جو میں نے نیند میں اٹھا کر الماری میں رکھ دیے تھے۔ بھائی توا ہاتھ میں لیے ہوئے ایسے کمرے سے باہر نکلے جیسے کرکٹ کا کھلاڑی سنچری پوری کر کے داد وصول کر رہا ہو۔


صرف غذا ہی کمزوری ختم کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے

میزان 24

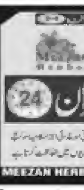

وزن 400 گرام — قیمت 850 روپے

خالص قدرتی اور غذائی اجزاء سے تیار کیا گیا میزان 24 ایک ایسا مرکب ہے جو جسم کے تمام اعضاء کو طاقت دے کر آپ کو صحت مند، توانا اور جاذب نظر بناتا ہے، بھوک اور نیند کی کمی کو پورا کر کے جلد تھکاوٹ کا احساس ختم کرتا ہے۔ نیا اور صاف خون پیدا کر کے چہرے کو بارونق بناتا اور آنکھوں کے گرد سیاہ داغ ختم کرتا ہے، دماغی اور اعصابی قوت پیدا کر کے حافظہ اور نظر کو بھی تیز کرتا ہے، معدہ اور جگر کی اصلاح کر کے بیماریوں سے لڑنے کیلئے قوت مدافعت پیدا کرتا ہے، نیز گیس، قبض، سانس کی تنگی اور پیشاب کے جملہ امراض میں بھی بے حد مفید اور مؤثر ہے۔ جن بچوں اور جوانوں کا قد یا نشوونما کسی بیماری کے باعث رُک گئی ہو وہ ایک بار ضرور آزمائیں معتدل مزاج اور خوشگوار ذائقہ کی بدولت ہر عمر اور موسم میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔ شوگر کے مریض شوگر فری طلب کریں

دل کا بائی پاس مت کروائیں

میزان 14

صرف ایک بار استعمال کریں

شہد سبزیوں اور مقوی اجزاء سے تیار کی گئی میزان 14 دل کی شریانوں کی تنگی کو ختم کر کے بند والو کو کھولنے والی دنیا کی سب سے کامیاب اور بے ضرر ہربل پروڈکٹ ہے بڑھے ہوئے کولیسٹرول کو اعتدال پر لا کر دل کو طاقت دیتی ہے۔ بے مثال اور حیرت انگیز نتائج کی حامل یہ پروڈکٹ۔ موٹاپا، سانس کا پھولنا جوڑوں کے درد، بلڈ پریشر، فالج، لقوہ، ملیریا بخار اور بواسیر میں بھی بے حد مؤثر ہے۔

قیمت 1450 — مقدار 700 گرام

اجزاء: شہد، ادرک، لہسن، لیموں، سرکہ سیب مروارید، زہر مہرہ، ورق طلائی، عنبر اشہب

● 0321-2682667 ● 0315-8701970 ● 0315-4306257
● 0300-2548293 ● 0333-6031077 ● 0311-0981002
● 0300-3119312 ● 0321-6989035 ● 0322-9814004
● 0307-2100345 ● 0300-7382825 ● 0300-8393627
● 0344-8282359 ● 0302-3558110 ● 0333-6756493
● (AK) 0312-8006622 ● 0333-4985886 ● 0300-7734614
● 0342-7323604 ● 0300-6668972 ● 0307-6679957
● 0992-335900 ● 0345-7000088 ● 0322-6958870
● 0334-9624448 ● 0322-5420834 ● 0313-8549406
● 0333-6037718 ● 0333-5179523 ● 0334-4403452

مزید مشورہ / کاروباری رابطہ یا براہ راست منگوانے کیلئے

میزان ہربل ® افشار روڈ نزد دولت گیٹ ملتان

چیف ایگزیکٹو حکیم غلام رسول (40 سالہ تجربہ کار معالج، ماہر نسخہ ساز) 0312-1624556

پاکستان بھر سے ڈیلرز درکار ہیں

# حافظ محمد حمزہ شہزاد سے انٹرویو

(فیصل احمد شیخ۔سکھر)

س: آپ بچوں کا اسلام میں کس چیز کی کمی محسوس کرتے ہیں؟

ج: یہ ایک مکمل میگزین ہے۔

(خدیجہ ارشاد۔ٹوبہ)

س: آپ کے گھر میں سب سے پسندیدہ جگہ کون سی ہے۔

ج: امی ابو کا کمرہ۔وہاں بہت سکون ملتا ہے۔

س: اشتیاق احمد اگر آپ کی قابل اشاعت کہانی شائع نہ کریں تو آپ کیا کریں گے۔

ج: کوئی مدیر، ایسا کر ہی نہیں سکتا۔ قابلِ اشاعت کہانیاں تو مدیروں کی ضرورت ہوتی ہیں۔

(اقراء فاطمہ جنجوعہ بنتِ محمد اسلم۔کبیروالا)

س: آپ سرور مجذوب کو اشتیاق احمد سمجھتے ہیں یا عبداللہ فارانی؟

ج: میں عبداللہ فارانی کو اشتیاق احمد سمجھتا ہوں۔

(حافظ ذوالفقار علی۔بستی سوکڑ)

س: اشتیاق احمد اور سرور مجذوب کا آپس میں کیا تعلق ہے، میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ دونوں ایک ہی شخصیت ہیں۔

ج: آپ کا دعویٰ غلط بھی ہوسکتا ہے۔

س: آپ کو دوستوں کی پارٹی وغیرہ میں جانا کیسا لگتا ہے؟

ج: دوستوں کے ساتھ وقت گزارنا بہت اچھا لگتا ہے۔

(عبداللہ اعوان۔خانوخیل)

س: آپ کب اور کہاں پیدا ہوئے۔

ج: 17 جولائی 1983 کو عبدالحکیم شہر میں۔

(ایمن۔بھکر)

س: اپنا دکھ سکھ کسے سناتے ہیں۔

ج: اپنے دوستوں کو۔

س: ہلّہ گلّہ پسند ہے یا خاموشی۔

ج: ہلّہ گلّہ بہت پسند ہے، لیکن اس سے زیادہ خاموشی۔

س: تحفے میں کیا لینا پسند کرتے ہیں۔

ج: کتابیں۔

(حارث جاوید۔راولپنڈی)

س: آپ کو مدیر بننے کا شوق حفظ کے دوران ہوا یا حفظ سے فراغت کے بعد۔

ج: آپ سے کس نے کہہ دیا کہ مجھے مدیر بننے کا شوق ہے۔

(حافظ محمد طلحہ حنیف، محمد اشرف۔حاصل پور)

س: آپ ایک کہانی کتنی دیر میں لکھ لیتے ہیں۔

ج: تقریباً ایک گھنٹے میں۔

س: آپ کا پسندیدہ سیاست دان کون سا ہے۔

ج: کوئی بھی نہیں۔

س: بچوں کا اسلام کی کیا چیز سب سے زیادہ اچھی لگتی ہے۔

ج: دو باتیں بہت پسند ہیں۔سب سے پہلے دو باتیں پڑھتا ہوں، میرے خیال میں دو باتیں کے بغیر شمارہ نامکمل ہے۔

س: کیا آپ کی بھی کوئی کہانی ناقابلِ اشاعت ہوجاتی ہے۔

ج: گرتے ہیں شہسوار ہی میدانِ جنگ میں۔

(فریحہ فیض۔کراچی)

س: آپ کی زندگی کا مقصد؟

ج: میری زندگی کا مقصد اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا۔

س: اچھا ادیب بننے کے لیے کیا کرنا چاہیے۔

ج: مطالعہ! مطالعہ اور مطالعہ۔

(بنتِ واجد۔گوجرانوالہ)

س: والد یا والدہ کی کوئی نصیحت جو آپ بچوں کا اسلام کے قارئین کو بھی بتانا پسند کریں۔

ج: ابو امی کہتے ہیں، بیٹا نماز وقت پر پڑھا کرو۔

س: اگر آپ کو ایک دن کے لیے سرور مجذوب بننے کا موقع دیا جائے تو؟

ج: میں تو اس وقت بھی خود کو سرور مجذوب سمجھ رہا ہوں۔

س: آپ کو تانگے کا سفر اچھا لگتا ہے یا ٹرین۔

ج: ٹرین کا سفر اس وقت اچھا لگتا ہے جب وہ تانگے سے پہلے پہنچادے۔

(فائزہ واحد۔گوجرانوالہ)

س: اگر اشتیاق احمد آپ کی ملاقات سرور مجذوب سے کرادیں۔

ج: یہ موقع وہ مجھے کئی بار دے چکے ہیں۔

(م۔بنتِ منصب خان)

س: آپ کے نزدیک زندگی کیا ہے۔

ج: زندگی کیا ہے تھرکتا ہوا ننھا سا دیا
اک ہی جھونکا ہے جسے آکر بجھا دیتا ہے

(افشین زہرا۔کراچی)

س: رائٹر حضرات اتنے حساس کیوں ہوتے ہیں۔

ج: حساس ہونے کی وجہ سے ہی وہ رائٹر ہوتے ہیں۔

(نبی احمد۔کراچی)

س: پسندیدہ ترین تین کہانیوں کے نام بتادیں اور سب سے پسندیدہ رائٹر کون ہے؟

ج: سب سے پسندیدہ ترین کتاب قرآن کریم ہے۔اس کے بعد بانو قدسیہ کا ناول راجہ گدھ اور علیم الحق حقی کا ناول عشق کا عین بہت پسند ہے۔ اشتیاق احمد، پسندیدہ رائٹر ہیں۔اللہ ان کی عمر دراز فرمائے۔آمین۔

(نورالدین، بلال احمد ولد نورالامین۔میاں چنوں)

س: آپ کی زندگی کا کوئی ایسا واقعہ جس نے آپ کی زندگی میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی پیدا کر دی ہو۔

ج: واقعہ تو نہیں آپ اسے حادثہ کہہ سکتے ہیں اور وہ تھا میرا یہ کہنا "قبول ہے" اس حادثے نے میری زندگی ہی بدل دی۔

س: اپنی کہانیوں میں پسندیدہ کہانی۔

ج: گھونسلے سے گرے بچے۔

س: آپ کے ایمان کی کیا کیفیت ہے۔

ج: الحمدللہ! دل مطمئن ہے۔البتہ خوف بھی محسوس کرتا ہوں۔

(محمد انس، محمد حسان۔ساہیوال)

س: آپ اپنی زندگی میں کسی سے ملنے کی خواہش رکھتے ہیں۔

ج: بچوں کا اسلام کے سب لکھنے والوں سے ملنے کو جی چاہتا ہے۔وہ بھی اس حالت میں جب سرور مجذوب بھی وہاں موجود ہوں۔

(اسامہ ایوان، عالیہ ایوان، عائشہ ایوان، مقصود ایوان)

س: اب تک کتنی کہانیاں لکھیں۔کبھی انعام بھی ملا ہے یا سرٹیفکیٹ؟

ج: تعداد تو زیادہ نہیں 150 کے قریب لکھی ہیں۔تقریباً سبھی رسائل میں لکھا ہے۔ کہانیوں پر انعام بھی ملے ہیں۔ایوارڈ اور سرٹیفکیٹ بھی ملے ہیں۔بہت عزت ملی ہے۔(جاری ہے)

# اُلٹ معاملہ

شازیہ نور۔ لاہور

آج گھر میں شان دار دعوت تھی۔ غزالی نے میٹرک کے امتحان میں اپنے سکول میں پہلی پوزیشن لی تھی۔ اس کے سب دوست اس تقریب میں شریک ہو رہے تھے۔

اختر اپنے گھر میں اداس بیٹھا سوچ رہا تھا کہ اُس کے اس تقریب میں نہ جانے سے غزالی ناراض نہ ہو جائے، لیکن وہ جاتا بھی تو کیسے؟ اس کے پاس نہ تقریب میں پہننے کے لیے اچھے کپڑے تھے، نہ غزالی کو دینے کے لیے کوئی تحفہ۔ تب ہی سوچتے سوچتے اسے خیال آیا کہ کیوں نہ وہ غزالی کے لیے کوئی خوب صورت سی تصویر بنائے آخر اس کی ڈرائنگ بہت اعلیٰ تھی۔ پھر اسی وقت اس نے اپنے واٹر کلر نکالے اور ایک سفید گتے پر ڈرائنگ بنانے لگا، کئی گھنٹوں کی لگاتار محنت کے بعد وہ ایک شان دار تصویر بنانے میں کامیاب ہو گیا۔ تصویر واقعی اس قابل تھی کہ کسی کو تحفے میں دی جا سکے۔ اختر نے اس پر محنت بھی بہت کی تھی۔

تصویر کو کاغذ میں لپیٹ کر اس پر سرخ ربن باندھ دیا۔ اب وہ یہ تحفہ لے کر سیدھا غزالی کے گھر پہنچا۔ اس وقت تک تمام تقریب ختم ہو چکی تھی۔ غزالی اپنے تحفے کھول کھول کر دیکھ رہا تھا۔ اسے پتا چلا کہ باہر اس سے کوئی ملنے آیا ہے تو وہ خود دروازے پر آ گیا۔

”ارے اختر تم! جاؤ میں تم سے نہیں بولتا، تم دعوت میں کیوں نہیں آئے تھے؟“ غزالی نے اس کی شکل دیکھتے ہی کہا۔

”وہ... وہ... بس... وہ... اچھا چھوڑو یہ لو میں تمہارے لیے چھوٹا سا تحفہ لایا ہوں۔“ اختر گڑبڑا کر بولا۔

تحفہ دیکھ کر غزالی کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی:

”آؤ اندر چلو۔ میں تمہیں اپنے دوسرے دوستوں کے تحفے دکھاتا ہوں۔“

”ن نہیں... میرے کپڑے۔“ اختر شرمندہ سا ہو رہا تھا۔

”کیا ہوا کپڑوں کو، چلو آؤ۔“ غزالی اسے گھسیٹتا ہوا اندر لے گیا۔ غزالی کا گھر بہت شان دار تھا۔ اختر نے اپنی جوتی باہر اتار دی تھی۔ اس کے پاؤں قالین میں دھنستے جا رہے تھے۔

غزالی اپنے تحفے اسے دکھا رہا تھا اور کہہ رہا تھا ”ان چیزوں میں سے جو چیز تمہیں پسند آئے، مجھے بتا دینا، میں وہ تمہیں دے دوں گا۔“

”نہیں نہیں... مجھے کچھ نہیں چاہیے۔“ اختر شرمیلے سے انداز میں بولا اور دل میں سوچنے لگا کہ غزالی اتنا امیر ہونے کے باوجود ذرا سا بھی مغرور نہیں ہے، یہ کتنا اچھا لڑکا ہے۔“

اتنے میں غزالی کا چچا زاد بھائی کمرے میں داخل ہوا۔ اختر کو کمرے میں دیکھ کر اس نے عجیب سا منہ بنایا اور بولا ”غزالی چلو، تمہیں چچا جان بلا رہے ہیں۔“

”اچھا، میں جاتا ہوں، تم ان سے ملو، یہ میرے دوست اختر ہیں۔“ غزالی نے بہت محبت کے ساتھ اختر کا نام لیا۔

”اوہ... ہو... چلو بھی، مجھے نہیں ہے شوق ایسے لوگوں سے ملنے کا۔“ مسعود حقارت سے بولا۔

غزالی کے ماتھے پر بل پڑ گئے، مسعود نے اچھی بات نہیں کی تھی۔

اختر غم و شرم سے کھڑا ہو گیا ”اچھا غزالی میں چلتا ہوں، امی انتظار کر رہی ہوں گی۔“ اختر تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔

”یہ کیا انداز ہے مسعود؟“ غزالی ناراض ہو کر بولا۔

”کیوں کیا ہوا؟ تم نے دیکھا نہیں اس کے کپڑے کیسے پرانے لگ رہے تھے۔“ مسعود نے اکڑ کر کہا۔

”اللہ تمہیں ہدایت دے مسعود۔“ غزالی یہ کہہ کر اپنے ابو سے ملنے ان کے کمرے میں چلا گیا۔

مسعود، غزالی کا تایا زاد بھائی تھا۔ ان دونوں میں چند مہینوں کا فرق تھا اور وہ آج کل غزالی سے ملنے لاہور آیا ہوا تھا۔ اس کا پڑھنے میں دل نہیں لگتا تھا۔ اسے اچھے اچھے کھانوں اور اچھے لباس کا بہت شوق تھا اور چونکہ اس کے والد یعنی غزالی کے تایا امیر آدمی تھے، اس لیے وہ اپنے اکلوتے بچے کی ہر فرمائش پوری بھی کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ لباس کے معاملے میں وہ بہت مغرور ہو گیا تھا۔

غزالی نے اگلے ہی روز اپنے دوست اختر سے معافی مانگی:

”اختر مجھے معاف کر دو، مجھے نہیں معلوم تھا کہ مسعود ایسی بات کرے گا۔“

”ارے نہیں غزالی! تم فکر نہ کرو، میں نے ایسا کچھ محسوس نہیں کیا، عزت اعلیٰ کپڑوں سے نہیں، انسان کے اخلاق و کردار سے ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ مجھے اخلاق و کردار کی بلندی عطا فرمائے۔“

پھر دونوں دوست اپنی باتوں میں مشغول ہو گئے۔

وقت گزرتا گیا اور سب اپنے اپنے راستے پر رواں دواں رہے۔ غزالی محنت کر کے ڈاکٹر بن گیا اور دوسرے شہر چلا گیا۔

کئی سالوں کے بعد ایک روز غزالی اپنے بیوی بچوں کو لے کر مسعود اور اپنے تایا سے ملنے ان کے گھر پہنچا۔ اس کے تایا کافی عرصہ سے بیمار تھے۔ ان کی بیماری نے انھیں اس قابل نہیں چھوڑا تھا کہ وہ اپنا کاروبار سنبھال سکیں اور مسعود نے کاروبار

سنبھالنے کے بعد اسے زوال کا شکار کر دیا تھا۔ کاروبار میں پے در پے نقصان اور تایا جان کے علاج کی وجہ سے ان کے حالات خراب سے خراب ہوتے چلے گئے۔ غزالی جب مسعود کے گھر پہنچا تو اس کے بیٹے عمران نے دروازہ کھولا اور انھیں اندر لے گیا۔ غزالی سیدھا پہلے اپنے تایا جان سے ملنے کے لیے اُن کے کمرے میں داخل ہوا تو تایا جان سے زیادہ مسعود کی حالت دیکھ کر اس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ مسعود سادہ لباس پہنے اپنے نحیف والد کو دوا پلا رہا تھا۔

''مسعود۔'' وہ تڑپ کر بولا۔

''غزالی۔'' مسعود بھی بے چین سا ہو گیا اور دونوں دوست گلے لگ گئے۔ غزالی نے تایا جان کو سلام کیا اور ان کی خیریت پوچھتا رہا۔ تایا جان خود تو جواب دینے کے قابل تھے نہیں۔ مسعود ہی غزالی کو ساری تفصیل سے آگاہ کر رہا تھا۔ اس ساری گفتگو کے دوران غزالی کے ذہن میں ہل چل سی مچی ہوئی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کیا یہ وہی مسعود ہے جو ہمیشہ اعلیٰ لباس میں نظر آتا تھا اور آج عام سا لباس پہنے اس سے ایسے باتیں کر رہا تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔

غزالی کا قیام یہاں تین دن کا تھا۔ اسی دوران مسعود نے بتایا کہ ان کے پڑوس میں پروفیسر صاحب رہتے ہیں۔ وہ بہت ہی نیک انسان ہیں، ان کے حوصلے کی وجہ سے مسعود نے اپنے آپ کو سنبھالا، ورنہ کاروبار میں نقصان کے بعد وہ ہمت ہار گیا تھا۔ پروفیسر صاحب کا گھر بھی بہت خوب صورت اور شان دار تھا، لیکن مسعود بتا رہا تھا کہ وہ بہت ملنسار آدمی ہیں۔ وہ مسعود کے بیٹے کو گھر میں پڑھاتے بھی تھے اور کوئی فیس بھی نہیں لیتے تھے۔ غزالی کو مسعود کے منہ سے پروفیسر صاحب، پروفیسر صاحب سن سن کر پروفیسر صاحب سے ملنے کا مشتاق ہو گیا۔

''بھئی پروفیسر صاحب سے میری بھی تو ملاقات کرا دو نا! اتنے اچھے انسان سے دوستی کر کے مجھے بہت خوشی ہوگی۔'' غزالی نے کہا۔

''ہاں ہاں کیوں نہیں، پروفیسر صاحب بڑے خوش لباس ہیں اور اس سے زیادہ خوش اخلاق، تم ان سے مل کر بہت خوش ہو گے۔'' مسعود نے پھر سے پروفیسر صاحب کی تعریف کے پل باندھنے شروع کر دیے۔ غزالی نے مشورہ دیا کہ انھیں چائے پر بلایا جائے اور چائے کے تمام لوازمات کا خرچ اس کے ذمے ہوگا۔ مسعود کے انکار کے باوجود غزالی بازار سے بہت سی کھانے کی چیزیں لے آیا۔ پروفیسر صاحب کو دعوت بذریعہ عمران بھیج دی گئی تھی۔ غزالی اور مسعود کی بیگمات نے تمام انتظام سنبھال لیا تھا، کیونکہ آج پروفیسر صاحب کی بیگم بھی بچوں کے ساتھ تشریف لا رہی تھیں۔

گھر میں یوں لگ رہا تھا کہ جیسے کوئی شاہی مہمان آ رہا ہو۔ غزالی تو مسعود اور اس کے گھر والوں کی تیاری دیکھ کر دل میں حیران رہ گیا تھا کہ آخر وہ پروفیسر صاحب کیسے ہیں جن کے لیے مسعود بے چین ہے۔

نمازِ عصر پڑھ کر جب وہ لوگ گھر آئے تو پانچ منٹ بعد ہی دروازے کی گھنٹی بجی:

''دیکھا... دیکھا۔'' مسعود جوش سے کھڑا ہو گیا۔ ''میں نے کہا تھا نا! وہ وقت کے بہت پابند ہیں، دیکھ لو پانچ بجنے میں صرف دو منٹ باقی ہیں اور وہ بھی آ گئے۔''

''آں... ہاں واقعی... ورنہ آج کل تو کسی کو پانچ بجے بلاؤ تو وہ لازماً چھ بجے پہنچتا ہے۔'' غزالی نے بھی تائید کی۔

چند لمحوں بعد ہی پروفیسر صاحب اندر داخل ہو رہے تھے۔ ان کی بیگم کو غزالی کی بیگم دوسرے کمرے میں لے گئی تھیں۔

''لو... غزالی ملو... ہمارے پروفیسر صاحب سے۔'' ابھی مسعود ان کا تعارف کرانا چاہ ہی رہا تھا کہ غزالی نے پروفیسر صاحب کی طرف اور پروفیسر صاحب نے غزالی کی طرف دیکھا اور پھر وہ دونوں بڑی وارفتگی سے ایک دوسرے کی جانب بڑھے اور گلے لگ گئے۔

''تم... یار اختر تم!'' غزالی خوشی سے بولا۔

''غزالی... تم یہاں کیسے؟'' پروفیسر اختر صاحب حیرانی سے پوچھ رہے تھے۔ غزالی نے ان کے سوال کا جواب دینے کے بجائے مسعود سے کہا۔

''مسعود... ان سے ملو، یہ ہیں میرے بچپن کے دوست، شاید تمھیں یاد ہوگا کہ میری دسویں جماعت کی کامیابی کی تقریب والے دن بھی میں نے تم سے ان کا تعارف کرانا چاہا تھا۔'' غزالی کہہ رہا تھا۔

''کیا؟'' مسعود جیسے اچھل کر ماضی میں چلا گیا۔

''مجھے نہیں ہے شوق ایسے لوگوں سے ملنے کا۔'' اپنے ہی الفاظ اسے یاد آ گئے اور آج وقت نے معاملہ کتنا الٹ دیا تھا۔ وہ خود کو اس وقت زمین میں دھنستا محسوس کر رہا تھا۔

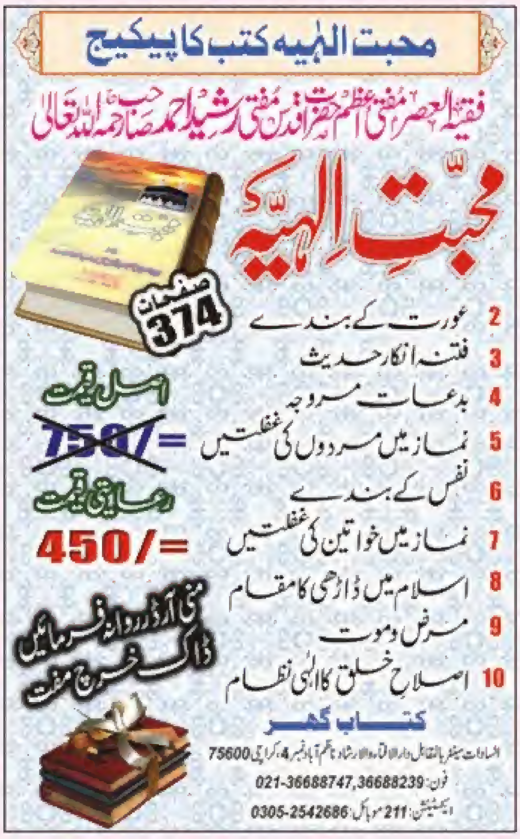

# آمنے سامنے

☆ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! چچا جان! میں نے تقریباً ڈیڑھ ماہ پہلے آپ کو ایک کتاب غربت ارسال کی تھی۔ امید ہے، آپ کو مل گئی ہوگی، لیکن آپ کی طرف سے مجھے اس کے ملنے کی اطلاع نہیں ملی۔ مہربانی فرما کر بتادیں۔ جوابی لفافہ بھی ارسال کررہا ہوں۔ بچوں کا اسلام کا قاری ہوں اور آپ کی دو باتیں بہت شوق سے پڑھتا ہوں۔ (مصباح اللہ۔ خویشگی پایان نوشہرہ)

**ج: غربت مل چکی ہے۔ اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ بہت خوب کتاب ہے۔**

☆ بچوں کا اسلام کی چھٹی سنچری مکمل ہونے پر آپ کو اور آپ کی ٹیم کو دل کی گہرائیوں سے مبارک ہو۔ ہماری دعا ہے، یہ چراغ سدا ہی جگمگاتا رہے۔ (عزیز الرحمٰن۔ لنڈی نجیب)

**ج: آمین!**

☆ بچوں کا اسلام اس دور میں جگنو کی مانند ہے۔ جس نے کسی پرندے کو راستہ دکھا کر اپنا نام روشن کیا تھا۔ شمارہ 601 دیکھ کر ایسا لگا جیسے یہ ہمارے کمپیوٹر کی تصویر ہے۔ دو باتیں پسند آئیں۔ واقعات صحابہ کے قدم بہ قدم ایک بہترین سلسلہ ہے۔ نئے ناول بدنصیب ہوٹل کی پہلی قسط پڑھ کر بہت مزہ آیا۔ محترم کمپیوٹر ایک اچھی کہانی تھی۔ کس کی ناراضی میں اچھا سبق تھا۔ ٹھگ کیسے کیسے پڑھتے ہوئے ہنسی آئی۔ آمنے سامنے کے خط پسند آئے۔ سارہ الیاس کی کہانی بے ہدایا بہت اچھی تھی۔ بچوں کا اسلام کی عدالت میں کیس پسند آیا۔ (حافظ محمد معاویہ ظفر۔ لاہور)

**ج: وہ آپ کا کمپیوٹر ہی تو تھا۔**

☆ بھائی جان! آمنے سامنے میں اپنا پورا پتا لکھ دیں۔ ڈاکخانے والے کہتے ہیں۔ آپ کا پتا پورا نہیں ہے۔ (محمد حذیفہ حیدر۔ بچ گرائیں)

**ج: اشتیاق احمد بازار لوہاراں جھنگ صدر مکمل پتا ہے۔ اگر کہیں یہ بات کہی جاتی ہے تو وہ یوں لکھ دیا کریں۔ اشتیاق احمد نوید کلینک۔ بازار لوہاراں جھنگ صدر**

☆ پورا شمارہ دو باتیں کے بغیر ادھورا لگتا ہے۔ دو باتیں نہ پڑھیں تو چین نہیں آتا۔ آپ دو باتیں میں بہت سی باتیں لکھ جاتے ہیں۔ (محمد سنی۔ حیدر آباد)

**ج: ہوگئیں جو دو باتیں۔**

☆ نادان دل تو ہمارا بھی چاہتا ہے کہ ہم بھی بچوں کا اسلام کی عدالت میں ایسا کیس لے کر آئیں کہ جج اور وکیل کے چھکے چھوٹ جائیں، لیکن آپ کے ساتھ کیس لڑنا ایسا ہے جیسے امریکہ کا افغانیوں سے پنگا لینا۔ (رفاقت حیات۔ لادہ)

**ج: ڈریں نا! کیس ارسال کریں۔**

☆ شمارہ 600 نظروں کے سامنے ہے۔ دسمبر کی دھوپ میں اس کا سرورق چمک رہا ہے۔ اس بار کا خاص نمبر تو خاص الخاص تھا۔ فیل ہونے سے پہلے اس مرتبہ تمام کہانیوں پر سبقت لے گئی۔ حالتِ زار پڑھ کر عجیب سا لگا۔ لوگ انگریزی بولنے میں نہ جانے کیوں فخر محسوس کرتے ہیں اور پاکستانی ہونے کے باوجود اردو کیوں نہیں بولتے۔ معصوم امنگیں پر کسی کے بچپن کا عکس نہیں۔ آزادی کی قیمت نے سوچنے پر مجبور کردیا۔ سائبان انوکھی کہانی تھی۔ نیل کی دلہن پڑھ کر لگا، ہم بھی وہیں ہیں۔ (ر۔ ح۔؟)

**ج: اچھا ہوا! آپ نے بھی مصر کی سیر کی۔**

☆ ہمارے سارے گھر والے شروع ہی سے بچوں کا اسلام کے مستقل اور خاموش قاری ہیں۔ اس خاموشی کو توڑنے کے لیے یہ خط لکھ رہا ہوں اور ایک کہانی بھی ارسال کی ہے۔ ہمارے گھر میں آپ کے ناول بچپن سے آتے رہے ہیں۔ گھر والوں کی دیکھا دیکھی، میں نے بھی پڑھنے شروع کردیے۔ اپنی کہانی بھی میں نے آپ کے طرز پر لکھی ہے۔ (مطیع اللہ بیگ۔ لاہور)

**ج: اچھا کیا! خاموشی کو توڑ دیا۔ یہ ہے ہی توڑنے کی چیز۔**

☆ مجھے ایسا کوئی گر تو آتا نہیں جس کے ذریعے اپنی کہانی فٹ سے شائع کرالوں۔ بس اپنی سی کوشش کی ہے اور بہی رسالے زیر مطالعہ رہتے ہیں، لیکن بچوں کا اسلام سب سے بہترین ہے۔ ضرب مومن میں آپ کا کالم امید بھی بہت ذوق شوق سے پڑھتی ہوں۔ ضرب مومن کے ملا مسکین بھی ہمیں بہت پسند ہیں۔ سالنامے پر لکھے گئے خطوط میں محمد شاہد پھلور کا خط سب سے زیادہ پسند آیا۔ (علیزہ ربانی۔ ساہیوال)

**ج: ایسا گر تو مجھے بھی نہیں آتا۔ آپ نے "اسلام علیکم لکھا" "السلام علیکم" ہے**

☆ 600 واں شمارہ یعنی خاص شمارہ ہاتھوں میں ہے۔ ماشاء اللہ، سرورق بہت خوب صورت بنایا گیا ہے۔ القرآن، الحدیث ماشاء اللہ دونوں جہاد کے موضوع پر تھے۔ اس کے بعد دو باتیں پڑھیں۔ خدا کا شکر ہے کہ اس بار تاریخ نے اپنے آپ کو نہیں دہرایا۔ دادا ابو، ایک مرد درویش، کس قیامت کے پرچے، داستانِ زندگی کی، واقعات صحابہ کے، آئینے کے پیچھے، زندہ کی موت، ادب ہے قرینہ، ہاسٹل، نیل کی دلہن، تصویر کی دھمکی، معصوم امنگیں اور فیل ہونے سے پہلے بھی بہت پسند آئیں۔ شاعری میں اثر جون پوری کی نظم جگ مگا رہی تھی۔ نادیہ حسن، سرور مجذوب کی کمی محسوس ہوئی۔ (حفصہ سیماب۔ کراچی)

**ج: یہ کمی سالنامے میں پوری ہوگی۔ ان شاء اللہ!**

☆ بابا جی! ہم آپ کو ایک نسخہ بھیج رہے ہیں، تاکہ آپ کو تھوڑا بہت آرام کا بھی موقع مل جایا کرے۔ امید ہے، اسے 600 نمبر میں شائع کرکے ہم جیسے طالب علموں کو حوصلہ دیں گے۔ (ابو بسام محمد افغانی)

**ج: ایسے نسخے کی تو میں واقعی تلاش میں ہوں، لیکن اس خط کے ساتھ وہ نسخہ نہیں ملا۔**

☆ رسالے میں اپنا خط نہ پاکر یہ سوچ کر صبر کرلیتی ہوں کہ اگلے شمارے میں شائع ہو جائے گا۔ لطیفے اور اقوال زریں بھی بھیجے تھے، وہ بھی شائع نہیں ہوئے۔ 599 بہت اچھا تھا۔ (عذرا سعید۔ چکی پیج جی)

**ج: صبر کرنا ہی اچھا ہے۔**

☆ بچوں کا اسلام سے جنون کی حد تک عشق ہے۔ یہ جہالت کے اندھیرے میں ایک روشن چراغ کی مانند ہے۔ شمارہ 600 میں آزادی کی قیمت اور زندہ کی موت بہت زبردست تھیں۔ یہ ہمارا پہلا خط ہے۔ اسے پوسٹ کروانے کے لیے میں نے نہ جانے کتنوں کے پاؤں پکڑے ہیں۔ ہماری محنت کی قدر کیجیے گا۔ (احیت محمد ریحان، احیت عبدالرشید شہید۔ راولپنڈی)

**ج: جی اچھا!**

☆ بچوں کا اسلام اس پرفتن دور میں ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ قرآن و حدیث اس کی آنکھیں، دو باتیں اس کی پسلیاں، واقعات صحابہ کے اس کا دل، نعوذ جینل اس کی کمر، اثر جون پوری کی نظمیں اس کا گردہ، آپ کا ناول اس کا جگر، آمنے سامنے اس کی روح ہے۔ (احیت عقابی۔ ماڈل ٹاؤن لاہور)


قانون علاج بالغذاء کے عین مطابق
رکھے بیماریوں سے محفوظ
محافظ®
HERBAL PHARMA PAKISTAN
ایک مکمل دماغی اور جسمانی ٹانک
کا خالص قدرتی اجزائے تیار کردہ خصوصی ٹانک
محافظ جان
بچوں بڑوں اور بوڑھوں کیلئے یکساں مفید
محافظ جان میں شامل اجزاء دل و دماغ معدہ اور جگر کی خصوصی نگہداشت کرتے ہیں
① محافظ جان حافظہ اور نظر کو تیز کرتا ہے
① آنکھوں کے اردگرد سیاہ حلقے دور کرتا ہے
① پچکے گال اور بے رونق چہرے کو دلکش با رونق بناتا ہے
مسلسل استعمال سے جوڑوں کے درد کیلئے بے مثال......
خواتین کی خوبصورتی کیلئے لاجواب
اگر آپ کسی بیماری کے باعث کمزوری محسوس کرتے ہیں
تو محافظ جان کا استعمال آپکی اندرونی خرابیوں کو دور کرکے آپ کو صحت مند توانا جاذب نظر اور خوبصورت بناتا ہے۔ وہ بھی بغیر کسی سائیڈ ایفیکٹ
چھوٹا ڈبہ 200 گرام 650/-
بڑا ڈبہ 400 گرام 1200/-
● سیف دواخانہ لیاقت مارکیٹ ملتان ● جمال الدین خان کی آئی اتفاق دواخانہ بلوچستان
● سٹینڈرڈ یونانی دواخانہ چوک گھنٹہ گھر پشاور
● خالد دواخانہ صرافہ بازار ایبٹ آباد ● قدیمی چنیوٹی دواخانہ کچہری بازار سرگودھا
● نیا دواخانہ اسماعیل مارکیٹ شہید روڈ جھنگ ● خان کلینک جتی گوٹھ روڈ علی پور
● محمد نوید ماشاءاللہ جنرل سٹور گلی جامع مسجد اللہ داد والی جہانیاں
فری ہوم ڈلیوری کیلئے ملک بھر سے ابھی فون کیجئے اور رقم کی ادائیگی پارسل ملنے پر کیجئے
Cell:0308-7520370 - 0334-7629969
قیومی دواخانہ بوہڑ بازار راولپنڈی 051-5505519

# مسکراہٹ کے پھول

☆ اردو کے استاد: کوئی اچھا سا شعر سناؤ۔
شاگرد: جگر کا خون چوس لیتا ہے امتحان کا زمانہ
کبھی سہ ماہی کبھی نو ماہی کبھی سالانہ۔ (حافظ محمد اشرف۔ حاصل پور)

☆ جیلر: (موت کی سزا پانے والے قیدی سے) کل تمہیں پھانسی دی جائے گی، اپنی آخری خواہش بتاؤ۔
قیدی: میری جگہ آپ پھانسی لے لیں۔ (اقراء انجم۔ لاہور)

☆ مریض: ڈاکٹر صاحب! اگر آنکھ میں مرچ چلی جائے تو کیا کرنا چاہیے۔
ڈاکٹر: آنکھ میں دو چمچ چینی ڈال لیں۔ (حافظ محمد اشرف۔ حاصل پور)

☆ عائشہ: میرے والد کے آگے امیر سے امیر آدمی بھی پیالہ لیے کھڑا رہتا ہے۔
نورین: اچھا! وہ کون ہیں۔
عائشہ: گول گپے والے۔ (زینب عارف۔ کراچی)

☆ استاد: دودھ کی حفاظت کے کم از کم تین طریقے بتاؤ۔
شاگرد: جناب! دودھ کو پی لینا چاہیے۔
استاد: یہ تو ایک طریقہ ہوا۔
شاگرد: باقی دو کی ضرورت ہی نہیں رہ گئی۔ (خنسا منور دین۔ فیصل آباد)

☆ استاد: پرانے بادشاہوں کے بارے میں تم کیا جانتے ہو۔
شاگرد: پرانے بادشاہ نئے بادشاہوں سے اچھے تھے۔ (نورالدین۔ سرگودھا)

☆ استاد: شعر مکمل کرو، جس کھیت سے دہقان کو میسر نہ ہو روزی۔
شاگرد: اس کھیت میں ٹیوب ویل لگا دو۔ (رضوان اللہ۔ لاہور)

☆ استاد: بتاؤ! تمہیں سب سے زیادہ خوشی کب ہوتی ہے؟
شاگرد: آپ نے آج تک ایسا موقع دیا ہی کب ہے۔
(طلحہ منور دین فیصل آباد)

☆ ایک بچہ گلی میں کھڑا رو رہا تھا۔ ایک صاحب اس کے پاس سے گزرے تو انھوں نے کہا: ”میں تمہاری جگہ ہوتا تو اس طرح نہ روتا۔
لڑکے نے پوچھا:
”تو پھر آپ کس طرح روتے۔ (رفعت اشتیاق۔ جھنگ صدر)

## جواہرات سے قیمتی

- دل کا چین دنیا کے اسباب سے حاصل نہیں، اللہ کو خوش کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔
- دنیا کا سب سے آسان کام تنقید کرنا ہے۔
- سادگی ایمان کی علامت ہے۔
- انسان کی بہترین خصلت علم ہے۔
- جو علما کی صحبت میں بیٹھتا ہے، باوقار ہوتا ہے۔
- جو دین کو بے وقعت جانتا ہے، تباہ ہوتا ہے۔
- ضمیر کی عدالت سے بڑھ کر کوئی عدالت نہیں۔
- اخلاص یہ ہے کہ تو اپنے عمل کو دیکھنا چھوڑ دے۔
- جو اپنی عمر پہچان لیتا ہے، امیدیں کم کر لیتا ہے۔
- جو اپنی عقل کو کافی خیال کرتا ہے، ٹھوکر کھاتا ہے۔
- غرور کے سہارے سے انکساری کی بیساکھی اچھی ہے۔
- سو دعوے کرنے سے ایک عملی قدم اٹھانا بہتر ہے۔
- جو شخص دوسروں کی بات اس لیے کاٹتا ہے کہ دوسروں پر اس کا علم اور فضل ظاہر ہو، لوگ اسے بے وقوف اور جاہل سمجھتے ہیں۔
- جس کام کو پورا کرنے کی طاقت نہ ہو، اسے اپنے ذمے نہ لو۔
- علم چاہے کتنا ہی حاصل ہو جائے، اسے کم ہی سمجھو۔
- اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان ملتا ہے، گناہوں کا بوجھ کم ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں اور پریشانیاں دور ہوتی ہیں۔
- مہنگائی کا بہترین علاج اسلام کے حکم قناعت میں موجود ہے۔
- اپنے عیبوں پر نظر رکھنے والے دوسروں کے عیبوں کو تلاش نہیں کرتے
- جو دوسروں کے مالوں پر نظر رکھتا ہے، وہ محتاج ہو جاتا ہے۔
- جب تک ماحول نہ ہو، اس وقت تک بات نہ کرو، کیونکہ ہضم نہیں ہوتی

ارسال کرنے والے: ابو عکاشہ لیاری کراچی۔
سیف اللہ خالد چنوں کبیر والا۔ مولانا راحت علی ہاشمی کراچی۔
ضیاء الرحمٰن فاروقی خیر پور ٹامیوالی۔ محمد حسن بلال جہاد ریاں۔
اشفاق احمد جھنگ۔ انصر علی وہاڑی۔ عقیل الرحمٰن کبیر والا۔

ج: آپ ایم بی بی ایس تو نہیں کر رہے۔

☆ میری عمر چھ سال ہے۔ میں نے یہ خط اپنی امی جان سے لکھوایا، مجھے بچوں کا اسلام بہت پسند ہے۔ میں اپنی امی جان سے کہانیاں سنتا ہوں۔ امی جان مجھے نیوز چینل سنا کر ہنساتی ہیں۔ مہربانی کر کے نیوز چینل بند نہ کریں۔ (محمد حذیفہ۔ بسور)

ج: آپ سے کس نے کہہ دیا کہ نیوز چینل بند کیا جا رہا ہے

آئیڈیل سلمنگ کورس آئیڈیل سلمنگ کورس آئیڈیل سلمنگ کورس
ہومیو اور دیسی جڑی بوٹیوں کے حیرت انگیز نسخہ جات
حیرت انگیز نسخہ جات سے موٹاپے سے مکمل نجات پایئے
ایک ماہ میں 30 پاؤنڈ وزن کم کریں اور 6 انچ کمر کم کریں
سلمنگ کورس کے استعمال سے جسم کے اندر پیدا ہونے والی بیماریاں جو موٹاپے کا سبب بنتی ہیں ان کا مکمل خاتمہ کر کے جسم کو سمارٹ، پرکشش اور خوبصورت بناتا ہے اور دوبارہ موٹاپا ہونے سے مکمل روکتا ہے
آئیڈیل سلمنگ کورس
فری ہوم ڈیلیوری
گارنٹی شدہ علاج
پاکستان ہومیو اینڈ ہربل کلینک
+92-42-37470123
+92-42-37470128
+92-0300-4370496
email: pkhhc@hotmail.com web: www.pkhhc.com
آئیڈیل سلمنگ کورس آئیڈیل سلمنگ کورس آئیڈیل سلمنگ کورس

# معاف کیجیے گا

قصائی اور نائی کے الفاظ میں کچھ فرق ہے؟ نہیں ہے نا! کچھ بھی تو فرق نہیں۔ دونوں ایک جیسے الفاظ ہیں۔ بول کر دیکھ لیجیے۔ کام بھی دونوں کا ایک ہے اور وہ ہے کاٹنا۔ قصائی گردن کاٹتا ہے اور نائی بال۔ جہاں تک بات غلطی کی ہے وہ تو ہو ہی جاتی ہے۔ قصائی سے بھی ہوتی ہے اور نائی سے بھی۔ البتہ دونوں کے نتیجے میں فرق ہوتا ہے۔ قصائی کی غلطی سستی پڑتی ہے، کیونکہ اس کی وجہ سے کھال میں بس تک ہی لگتا ہے اور کھال کی قیمت تھوڑی کم ہو جاتی ہے، لیکن نائی کی غلطی بہت مہنگی پڑتی ہے۔ کئی مرتبہ نائی اپنی دکان میں لگے ٹی وی پر میچ بھی دیکھ رہا ہوتا ہے اور بال بھی کاٹ رہا ہوتا ہے۔ اچانک اس کی قینچی کی زد میں کان آجاتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ شاید بالوں کا گچھا ہے۔ جب وہ قینچی چلاتا ہے تو اچھا بھلا انسان کان کٹا بھوت لگ رہا ہوتا ہے۔ بہت سارے لوگ آپ کو کان کٹے دکھائی دیتے ہیں۔ جی ہاں! یہ قصائی، میرا مطلب ہے نائی کی مہربانی ہوتی ہے۔

پھر ہم یہ بھی سوچا کرتے تھے کہ یہ کان لگ بھی سکتا ہے یا نہیں! تلاش ابھی تک جاری ہے۔ ہمیں ایسی کسی مشین کا علم تو ابھی تک نہیں ہوا، ایک محاورے کا علم ضرور ہوا ہے۔ کان لگانا، یعنی بات کو توجہ سے سننا۔ بات جب محاورے تک پہنچی ہے تو معلوم ہوا کہ کان کھائے بھی جاتے ہیں۔ ایک آدمی بس کے کنڈیکٹر کے کان کھا رہا تھا کہ "نو دو گیارہ" کیسے ہوتے ہیں۔ اس نے اسے بس سے نیچے دھکا دے کر کہا: "ایسے" کسی کتاب میں کان کھانے والا یہ لطیفہ بھی پڑھا تھا۔ ایک پاگل کسی ڈاکٹر کے کان کھا رہا تھا کہ مجھے پاگل خانے سے نکالو! اس لیے کہ میں عقل مند ہوں۔ اس نے کہا: "اچھا بتا تو نے کون سی عقل مندی والا کام کیا ہے؟" اس نے کہا: "ایک آدمی کو ڈوبنے سے بچایا ہے" ڈاکٹر بولا: "یہ تو واقعی عقل مندی والا کام ہے" پاگل بولا: "ڈاکٹر صاحب! پھر وہ بندہ مر بھی گیا" "وہ کیوں" ڈاکٹر نے حیرت سے پوچھا۔

"جی! اس لیے کہ پانی سے نکالنے کے بعد میں نے اسے خشک کرنے کے لیے دھوپ میں ایک درخت سے اُلٹا لٹکا دیا تھا۔"

شادی شدہ حضرات کے کان اکثر کھائے ہوئے ہوتے ہیں۔ خصوصاً جن کی بیگمات غصے والی ہوں۔ لیجیے! کان کاٹنے اور کھانے کا معمہ تو حل ہوا۔ ہمارے ہاں کان کے علاوہ ناک بھی کاٹی جاتی ہے۔ یہ ناک کاٹنے والی مشین اتنی تیز ہوتی ہے کہ منٹ بھی نہیں لگاتی اور یوں اچھی بھلی ناک کٹ جاتی ہے۔ شادی کا پروگرام شادی ہال میں ہونا ضروری ہوتا ہے، ورنہ ناک کٹ جاتی ہے۔ شادی بیاہ میں لاکھوں روپے کا خرچ اسی ناک بچانے کی غرض سے ہوتا ہے۔ آج کل اسی ناک بچانے کی فکر میں مرنے کا بھی فنکشن ہوتا ہے۔ مرنے والے کے چالیسویں پر خاندان بھر کو دعوت دی جاتی ہے۔ طرح طرح کے کھانے بنائے جاتے ہیں۔ اس میں نہ مرنے والے سے کوئی ہمدردی ہوتی ہے اور نہ اُسے ثواب پہنچانا مقصد ہوتا ہے۔ اصل مقصد خاندان کے سامنے ناک رکھنے کا ہوتا ہے۔

بعض ڈاکٹر بھی قصائی کے خاندان سے ہوتے ہیں۔ یہ انسانوں کی کھال اُتار لیتے ہیں۔ انسانوں کی کھال اُتارنے والے قصائی آپ کو جگہ جگہ ملیں گے۔ اس لیے ان سے ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔

نائی کی تجارت ہمیشہ نفعے میں ہی رہتی ہے۔ وہ بال بھی لے لیتا ہے اور پیسے بھی۔ اس پر تو ایک دفعہ ہمارا منا اچھا خاصا نائی سے اُلجھ کر آ گیا۔ وہ بال کٹوانے گیا تو کرسی پر براجمان ہو گیا۔ بال کٹوا کر کپڑے جھاڑتے ہوئے اُٹھا اور کھسکنے لگا:

حافظ عبدالجبار سیال۔ لاہور

"ارے منے! پیسے؟"

"کاہے کے۔"

"بال کٹوانے کے اور کاہے کے؟"

"ہم تو نہیں دیں گے۔ آپ نے ہمارے بال بھی لے لیے اور پیسے بھی دیں۔"

"اچھا! تو اپنے گھر میں کاٹ لیے ہوتے۔ بال بھی اپنے پاس سنبھال کر رکھ لیتے۔"

"وہ تو ہم کاٹ ہی لیتے مگر ہمارے پاس یہ گھومنے والی کرسی اور سامنے لگا بڑا شیشہ نہیں ہے۔ ہم تو اس کرسی پر جھولا لینے آپ کے پاس آتے ہیں۔"

بات وہی کان کھانے والی ہوئی۔ نائی نے منے کی کٹنگ فیس معاف کی اور کہا: "جا بابا جا! دماغ نہ کھا۔" لیجیے کچھ پتا چلا! دماغ بھی کھایا جاتا ہے۔ اگر کبھی دماغ کھانے کا موڈ ہو تو "بچوں کا اسلام" میں لگنے والا "نیوز چینل" پڑھ لیجیے گا۔ غیر حاضر دماغ نمایندہ آپ کا دماغ کھانے کے لیے کافی ہوگا۔

آپ نے قصائی کو گائے بھینسوں کے ساتھ مقابلہ کرتے تو دیکھا ہی ہوگا۔ وہ پچاس پچاس گائے ذبح کر کے پھینک دیتا ہے۔ ان کی چمڑی اُدھیڑ دیتا ہے مگر ایک زخم بھی قصائی کو نہیں آتا۔ ادھر ایک درجن مسلح ڈاکو موت کے گھاٹ اُتر جاتے ہیں اور کسی پولیس والے کو خراش بھی نہیں آتی۔ حقیقت میں یہ ڈاکو نہیں ہوتے، بے گناہ لوگ ہوتے ہیں اور مارنے والے ہمارے محافظ نہیں، قصائی ہوتے ہیں۔ بے گناہوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیتے ہیں۔ لیجیے بات کہاں کی کہاں پہنچ گئی۔ معاف کیجیے گا!


Subscription Charges
Rs. 1200 for 1 Year (52 Issues — 4 issues free)
Rs. 600 for 6 months (26 Issues — 2 issues free)
Rs. 300 for 3 months (13 Issues — 1 issue free)
Bank Account → The Truth Intr. Current A/c no. 0184-0100310268
Meezan Bank Gulshan-e-Maymar, Karachi

بچوں اور نوجوانوں کے لیے منفرد ہفتہ وار انگریزی میگزین
The TRUTH

کراچی: 0334-3372304 | حیدر آباد: 0300-3037026
لاہور: 0300-4284430 | سرگودھا: 0321-6018171 | سکھر: 0300-9313528
فیصل آباد: 0333-4365150 | راولپنڈی: 0321-5352745 | ملتان: 0305-8425669
پشاور: 0314-9007293 | کوئٹہ: 0321-8045069

سبسکرپشن اور دیگر معلومات کیلئے مرکزی رابطہ
ڈی نارتھ 4-G-1/11 ناظم آباد نمبر 4 کراچی
0322-2740052,021-36881355
پرانے شمارے بھی منگوائے جاسکتے ہیں
www.thetruthmag.com | info@thetruthmag.com